Fatimah khan
Daaghdaar
Kahanifreak.com

پیش لفظ:

اس تحریر کا پیش لفظ میں تحریر شروع کرنے سے پہلے لکھ رہی ہوں۔ میں نے کچھ عرصہ قبل اپنا دوسرا ناول لکھنا شروع کیا۔ کہانی آگے بڑھ رہی ہے سب اچھا چل رہا ہے مگر کچھ دنوں سے اس تحریر کا پہلا خیال میرے ذہن سے چپک کہ رہ گیا ہے بالکل بے ساختہ اچانک سے کچھ دنوں سے تحریر کا پہلا پورا منظر میرے ذہن میں خود بخود بنا اور مجھے تنگ کر رہا ہے کہ میں جلدی سے اسے لفظوں میں ڈھال لوں۔

رات کے گیارہ بجے کا وقت ہے 2026 عید کا دوسرا دن۔۔۔ بائیس مارچ اتوار۔۔۔۔

میں اپنے آپ کو روک نہیں سکی یہ پیش لفظ لکھنے سے

میری دوسری تحریر ایک لمبا ناول ہے جہاں تک مجھے لگتا ہے۔۔۔۔

میرا ارادہ اس تحریر کو شروع کرنے کا نہیں ہے کیونکہ میں جانتی ہوں دوبارہ سے جاری ناول لکھنا میرے لیے مشکل ہو جائے گا۔

یہ تحریر بڑے حساس موضوع کو بیان کرے گی اس موضوع کو جس پہ لکھنے کا میرا دور دور تک کوئی ارادہ نہیں تھا کبھی بھی۔۔۔۔۔۔اور یہ موضوع شاید ذاتی طور پہ میرے لیے بھی غیر آمدہ ہو سکتا ہے لیکن اتنا معلوم ہے موضوع غیر آمدہ بھلے ہو لیکن یہ تحریر نہیں۔۔۔۔۔

یہ کوئی ایسا موضوع نہیں ہے جس پہ کبھی کوئی بات نہیں ہوئی یا کوئی کہانی یا ڈارمہ نہیں بنا مگر میں اس موضوع کو اپنے انداز میں لکھنا چاہتی ہوں۔

یہ تحریر ایک گھر کی مانند ہو گی۔مجھے تو اسکے لیے یہی الفاظ مناسب لگے ہیں۔

گھر یعنی سکون، کمفرٹ زون، نرم گرم سا احساس۔۔۔۔

انگریزی میں کہا جائے تو

Just like a warm hug

ایک خاص بات یہ کہ میں نے اپنی سب سے پہلی تحریر سترہ سال کی عمر میں لکھنا شروع کی تھی۔جس کے سات آٹھ صفحات اب بھی میرے فون میں محفوظ ہیں

۔۔آگے اس کو مکمل نہیں کر پائی۔اور مزے کی بات وہ ایک گینگسٹر بیسڈ ناول تھا (یو نو سترہ سال کی لڑکی) ڈونٹ جج۔۔۔۔(پھر بھی وہ آجکل کے ناولز سے ہزار گنا بہتر تھا)

سو واپس مقصد پہ آئیں تو اس کہانی کا نام میں نے داغدار رکھا تھا

اور جیسے ہی اس تحریر کا خیال میرے ذہن میں آیا تو اگلا خیال اسکے نام کا تھا یعنی اسکا نام داغدار ہونا چاہیئے! کیوں ہونا چاہیئے؟ یہ تحریر پڑھ کہ آپکو اندازہ ہو گا۔

بہت مختصر تحریر ہو گی شاید چند صفحات کا افسانہ۔۔۔۔کب لکھی جائے گی معلوم نہیں لیکن اللہ نے چاہا تو ضرور لکھی جائے گی۔

انتساب

مرہم بننے والوں کے نام!

داغدار

رات کے ساڑھے تین بجے گھور سناٹا چھایا تھا۔وہ من من بھاری ہوتے قدم اٹھاتا اس دروازے تک پہنچا جس کے پیچھے اسکی پوری دنیا تھی۔اسکی چال میں لڑکھڑاہٹ تھی شکست خوردگی تھی اور بے تحاشہ تھکن تھی۔۔۔۔۔

اس نے جی کڑا کرتے بڑی آہستگی سے دروازہ کھولا کہیں اسکی نیند نہ ٹوٹ جائے۔

ابھی کچھ دیر پہلے ہی نورین خالہ باہر آئی تھیں۔

"بہت حالت بگڑ گئی تھی بڑی مشکل سے سوئی ہے۔بار بار نیند میں جاگتی ہے میں کچھ دیر سو جاؤں پھر واپس اندر چلی جاؤں گی۔"سب نے مشورہ دیا واقعی ہی انہیں کچھ دیر آرام کی ضرورت تھی آخر کو وہ ہی تھیں جو کئی دنوں سے اس کے ساتھ کھپ رہی تھیں۔

کمرہ اس وقت نیم اندھیرے میں ڈوبا تھا۔ حاد یوسف نے بیڈ سے کچھ فاصلے پہ اپنے قدم روک لیے یا شاید آگے بڑھنے کی سکت ہی باقی نہ رہی تھی۔

حاد کی نظر اپنی متاع جاں پہ پڑی۔

ویران آنکھیں جو ابھی بند تھیں پپیڑی زدہ خشک بنجر ہونٹ، کملائی ہوئی رنگت اور کمزوری سے اندر کو دھنسی ہوئی آنکھیں حلقوں زدہ تھیں۔

وہ چت لیٹی تھی ایک ہاتھ پیٹ پہ دھرا تھا۔ سانسوں کی رفتار نہایت دھیمی تھی اسے پچھلے دو دن سے تیز بخار تھا۔

حاد کا دل کرلایا۔ بے اختیار اسے آج سے تقریباً دو ماہ پہلے کا منظر یاد آیا۔

صبح کا وقت تھا حاد بستر پہ نیم دراز تھا بازو پہ زخرف کا سر رکھے اسے اپنے حصار میں قید کیے ہوئے تھا۔

شاداب رنگت لیے اسکی کھلتی ہوئی آنکھوں میں نروٹھا پن تھا۔ ہاتھوں پہ تیز رنگ کی مہندی رچی تھی۔ اسکے بالوں سے اٹھتی خوشبو مسحور کن تھی۔

"میں اٹھ کہ کب سے تیار ہوں۔اور آپ جاگنے کا نام نہیں لے رہے۔اور تو اور مجھے بھی پکڑ رکھا ہے۔"انداز میں خفگی تھی۔

حاد نے ایک آنکھ کھول کہ اسے دیکھا پھر مسکرادیا زخرف کے جھلملاتے کپڑے اسے چبھ رہے تھے۔

"اٹھ رہا ہوں بس پانچ منٹ!۔۔۔سکون نہیں مل رہا تمھیں؟۔۔۔۔مجھے تو بہت سکون مل رہا ہے"وہ نیند بھری آواز میں گویا ہوا۔

"سکون تو مل رہا ہے۔۔۔
بلکہ کبھی کبھی تو مجھے یقین نہیں آتا زندگی اتنی خوبصورت ہوگئی ہے۔شادی سے پہلے لوگ کس طرح شادی سے ڈراتے ہیں مگر ایسا تو کچھ نہیں ہوتا"وہ دھیمی آواز میں بولی۔

انکی شادی کو آج پندرہ دن ہو چکے تھے۔

نئے کپڑے، جوتے، میک اپ، جیولری، من پسند ساتھی، لطیف جملے، بولتی نظریں۔۔۔۔آج کل تو بیس سالہ زخرف حبیب کی زندگی کا محور بس یہی چیزیں تھیں۔زندگی تو خوبصورت لگتی تھی۔

حاد بند آنکھوں سے مسکایا۔

زخرف حاد کی والدہ کے دور پار کی کزن کی بیٹی تھی ایک شادی پہ زخرف کی حاد کی بہن مدیحہ سے خاصی دوستی ہو گئی تھی اور اسی طرح وہ حاد یوسف کی نظروں میں آئی اور پھر دل میں۔۔۔۔۔

چھبیس سالہ حاد یوسف نے بڑی ضد اور سب کی مخالفت کے بعد زخرف کے ہاں براہ راست رشتہ بھجوایا۔ گو کہ حاد کی والدہ رشتے داروں کی پیچیدگیوں کی وجہ سے راضی نہ تھیں۔

چھ ماہ منگنی کے بعد انکی شادی ہو چکی تھی۔

وہ زرا سا کسمسائی تو حاد حال میں واپس لوٹا۔اس سے پہلے وہ جاگتی حاد لڑکھڑاتا واپس جانے کو مڑا۔وہ جو نہی دروازے کے پاس پہنچا۔

"حا۔۔۔۔۔۔حاد"کمزور سی آواز نے اسکے قدم جکڑے۔

"حاد۔۔۔۔۔۔"وہ سسکی۔

حاد پلٹا اس تک پہنچا وہ بند آنکھوں سے سسک رہی تھی۔

حاد کی آنکھیں بھرنے لگیں اس نے ہاتھ بڑھاتے بڑی نرمی سے اسکے بالوں پہ ہاتھ پھیرا۔پھر تیزی سے پلٹا اب کی بار زخرف نے اپنی کمزور سی گرفت میں اسکا ہاتھ پکڑ لیا۔

"نو دن۔۔۔۔نو۔۔۔دن۔۔۔۔۔ہو گئے۔۔۔۔میں کب سے آپکا۔۔۔انتظار کر رہی تھی۔۔۔آپ ایک دفعہ بھی مجھے دیکھنے۔۔۔۔نہیں آئے۔۔۔۔۔۔اب آپ۔۔۔۔مجھے۔۔۔۔چھوڑ دیں۔۔۔گے"اسکے بے ربط لفظوں میں خوف پنہاں تھا جملے ٹوٹے پھوٹے سے تھے۔

وہ ساکت رہ گیا پھر جہاں کھڑا تھا وہیں زمین پہ بیٹھتا چلا گیا۔ وہ گھٹنوں میں سر دیے بے آواز رونے لگا۔

زخرف اپنا زخمی وجود گھسیٹتی بستر سے نکلتی زمین پہ اسکے مقابل آ بیٹھی۔

وہ نیم اندھیرے میں اسے سسکتا دیکھ سکتی تھی اسکے ماتھے پہ اب بھی نشان واضح تھے۔

"آپ۔۔۔ کیوں نہیں۔۔۔ آئے۔۔۔۔۔۔ حاد ہمارا بچہ۔۔۔۔۔۔ میں نے سب سے زیادہ آپکو یاد کیا۔۔ مجھے سب سے زیادہ آپ کی ضرورت تھی۔۔۔ مجھے لگا اب آپ میری شکل نہیں دیکھنا چاہیں گے۔ کیا آپ۔۔۔ مجھے چھوڑ دیں۔۔۔ گے؟" پھر سے وہی سوال انجانا سا خوف۔۔۔

حاد نے سر اٹھایا زخرف کے لب کپکپا رہے تھے۔

حاد نے بنا کچھ کہے اسے سختی سے اپنے سینے میں بھینچ لیا۔

وقت نے اپنی رفتار دھیمی کرلی۔زخرف کو اپنے سارے خدشوں کا جواب مل گیا تھا ۔وہ دنوں تڑپ رہے تھے ایک بے آواز تو دوسرا آواز کے ساتھ۔۔۔۔۔

اسکے سینے سے لگی زخرف اتنا روئی جتنا پچھلے نو دنوں میں نہ روئی تھی حادنے اسے رونے دیا۔

کئی لمحے یونہی بیت گئے وہ خاموش ہوئی۔

"مجھے معاف کردو۔۔۔۔میں بہت برا ہوں۔۔۔۔بہت برا۔۔۔مجھ جیسے مرد پہ لعنت ہے۔۔۔میں اپنی عورت کی، اپنے بچے کی حفاظت نہیں کرسکا۔۔۔اپنی بیوی کی حفاظت نہیں کرسکا۔۔۔۔"اسکی آواز کانپ رہی تھی۔زخرف کا سر ہنوز اسکے سینے پہ تھا۔

"ایم ریلی سوری۔۔۔میں ایک ناکام مرد ہوں۔۔۔تم نے کہا نو دن میں تمھیں دیکھنے نہیں آیا۔۔۔میں تمھارا سامنا نہیں کرسکتا تھا زخرف۔۔۔سب کچھ ۔۔۔میری آنکھوں کے سامنے ہوا۔۔۔میں کچھ نہ کرسکا۔۔۔میرے ضمیر کا

بوجھ اتنا تھا کہ مجھے تمھارا سامنے کرتے عار محسوس ہو رہی تھی۔۔۔۔" حاد کے آنسو گرتے زخرف کے بال بھگو رہے تھے۔

"ایسا مت کہیں۔۔۔۔خدا جانتا ہے، میں جانتی ہوں آپ بے بس تھے۔۔۔۔" اس نے تڑپ کے سر اٹھایا۔

کئی ثانیے یونہی وہ دونوں زمین پہ بیٹھے رہے دل کی کثافت دھوتے رہے۔ کچھ دیر تک حاد کچھ سنبھل چکا تھا۔

"نورین خالہ بتا رہی تھیں تم نے رات سے کچھ نہیں کھایا۔" حاد نے اپنے ہاتھ کی پشت اسکی پیشانی پہ رکھتے بخار چیک کیا۔

"کچھ کھایا نہیں جا رہا الٹی آ رہی ہے" اسکی آواز میں نقاہت تھی۔

"ابھی بھی بخار تیز ہے کچھ کھاؤ گی نہیں تو میڈیسن کیسے لو گی۔ اس نے سہارا دیتے اسے بیڈ پہ لٹایا سائیڈ ٹیبل پہ ڈھکی ہوئی پلیٹ میں بریڈ کے دو سلائس اور ساتھ ہی دودھ کا گلاس ڈھکا ہوا تھا۔

"دودھ گرم کر کے لادوں؟" حاد نے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔

حاد نے بریڈ کے چھوٹے چھوٹے لقمے کرتے دودھ میں بھگو کہ اسے کھلائے۔

اس نے زخرف کو دوبارہ لیٹایا سائیڈ ٹیبل پہ ہی خالی برتن رکھ دیے وہ ایک لمحے کو اسکا بازو چھوڑنے کو تیار نہ تھی۔

حاد نے نرمی سے بازو چھڑایا کہ زخرف پھر سے اٹھ بیٹھی۔

حاد کچھ کہتا کہ اسے زوردار ابکائی آئی جو کچھ کھایا پیا تھا وہ سب حاد کے اوپر اگل چکی تھی۔ حاد کے کپڑوں کے ساتھ ساتھ اسکے اپنے کپڑے اور بیڈ کی چادر بھی خراب ہو چکی تھی۔

حاد نے اسکی کمر سہلائی زخرف نے اسکا حال دیکھا تو وہ شرمندگی سے گڑھنے لگی۔

"آئم سوری۔۔۔میں نے آپکے کپڑے خراب کر دیے۔۔۔۔۔۔"

"میں۔۔۔میں صاف کر دوں گی۔۔۔آپ۔۔۔۔۔"وہ بے تحاشہ گھبرا گئی۔

"اٹس او کے! میں شرٹ بدل لوں گا۔۔۔۔ریلکس!۔۔۔کچھ نہیں ہوا۔۔۔۔"

اس نے اسکا چہرہ تھاما زخرف نے دیکھا نہ اسکے چہرے پہ کوئی کراہت تھی نہ گھن

۔۔۔۔۔

حاد نے اسکا ہاتھ منہ دھلایا۔الماری میں سے اسکا سادہ سا جوڑا نکال کہ اسے تھمایا۔

زخرف کپڑے تبدیل کر کے باہر آئی تو وہ شرٹ تبدیل کر چکا تھا اور اب بستر کی چادر بدل رہا تھا۔

"صبح ہم ڈاکٹر کے پاس چلیں گے"۔حاد نے کہا۔

"نن۔۔۔نہیں۔۔۔۔مجھے نہیں جانا۔۔۔میں کہیں نہیں جاؤں گی۔۔"وہ بدکی۔

"اچھا اوکے!!!ریلکس۔۔۔ہم کہیں نہیں جائیں گے"۔اس وقت اس نے اسے سمجھانا مناسب نہ سمجھا۔

"آپ بس میرے پاس رہیں"۔وہ لیٹی تو حاد بھی اسکے ساتھ ہی اسے اپنے حصار میں لیے لیٹ گیا۔

اور نو دن بعد زخرف بے خبری کی نیند میں ڈوبی تھی۔

صبح کی پہلی کرن پھوٹی۔ نورین فجر کی نماز سے فارغ ہو کہ کمرے کی جانب آئیں۔

وہ زخرف کی والدہ تھیں۔ ویسے بھی مشکل وقت میں ماؤں کے علاوہ سنبھالنے والا کوئی نہیں ہوتا۔ وہ بھی اسی جملے کی عکاسی کر رہی تھیں۔ نورین دھیرے سے دروازہ دھکیلتی اندر داخل ہوئی تو اندر ان دونوں کو بیڈ پہ دراز دیکھتیں خود ہی دبے قدموں باہر نکل آئیں۔

بیٹی کے سسرال میں رہنا ان کے لیے باعث شرمندگی تھا مگر زخرف کی خاطر وہ یہیں رک گئیں تھی

بھرا پرا گھر ہونے کے باوجود بھی پچھلے نو دن سے وہی اسے سنبھال رہیں تھی۔

آٹھ بجے کے قریب زخرف کی آنکھ کھلی۔ اسکے اٹھنے کی تگ و دو میں حاد کی بھی آنکھ کھل گئی۔ اس نے اپنا حصار ڈھیلا کیا وہ اٹھ بیٹھی۔

زخرف ہاتھ منہ دھونے چلی گئی پھر حاد فریش ہو گیا۔

"چلو آج باہر سب کے ساتھ ناشتہ کرتے ہیں"۔اس نے تولیے سے چہرہ تھپتھپایا۔

زخرف نے گھبرا کہ نفی میں سر ہلایا۔

"زخرف۔۔۔۔!"اسکی پکار میں کتنی حلاوت تھی۔

"میں۔۔۔میں نہیں جاسکتی۔۔۔سب کے سامنے"اس نے لب کترتے سر جھکایا۔

"میں ہوں نا تمھارے ساتھ، باہر سب ہمارے اپنے ہیں۔۔۔کوئی کچھ نہیں کہے گا۔ایسے کب تک چلے گا آخر کو ہمیں ہی سر اٹھا کہ بہادری سے سب کا سامنا کرنا ہے۔زندگی ایسے تھوڑی گزرے گی."اسکے تسلی بھرے لہجے میں تاسف کی پرچھائیاں تھیں۔

وہ جی کڑا کرتی چھوٹے چھوٹے قدم لیتی اسکا بازو تھامے باہر آئی۔

متوسط طبقے کے چار مرلے کے گھر میں اوپر تلے دو منزلوں میں دو دو کمرے تھے۔

نیچے والی منزل کے کچن کے باہر چھوٹی ڈائینگ ٹیبل لگا رکھی تھی جس پہ اس وقت

نورین، حاد کی والدہ نزہت ساتھ میں مدیحہ بیٹھی تھی۔ حاد دو بہنوں کا اکلوتا بھائی تھا بڑی بہن افشاں شادی شدہ تھی پھر حاد اور تیسرے نمبر پہ مدیحہ تھی۔

نزہت جوانی میں ہی بیوہ ہو چکی تھیں۔ اور انہوں نے اکیلے ہی بچوں کی پرورش کی تھی۔

جیسے ہی وہ دونوں قریب آتے دکھائی دیے جو تھوڑی بہت باتوں کی آواز تھی وہ بالکل بند ہو گئی۔

نزہت اور مدیحہ کو جیسے سانپ سونگھ گیا تھا زخرف نے سہمی ہوئی شرمندہ نظروں سے ان کے چہروں کی رنگت بدلتی دیکھی۔

حاد نے زخرف کے لیے کرسی کھینچی وہ بیٹھنے لگی کہ نزہت اپنا ناشتہ چھوڑے اٹھ کھڑی ہوئیں اور زوردار طریقے سے کرسی کھسکاتی اندر کی جانب بڑھ گئی۔

ماں کی دیکھا دیکھی مدیحہ نے بھی تقلید کی۔

زخرف کا دل بیٹھنے لگا۔ نورین کے حلق میں بھی نوالہ اٹکنے لگا تھا۔ اچانک سے ہی فضا میں شدید تناؤ پھیل گیا۔

زخرف کے گلے میں کانٹے اگنے لگے۔

"حاد مجھے اندر جانا ہے". اسکا لہجہ رندھا ہوا تھا۔

نورین نے بھی حاد کو اسکی بات کی تقلید کا اشارہ دیا۔

وہ اسے لیے اندر آ گیا۔ نورین اسکے لیے ناشتہ اندر ہی لے آئیں۔

"تم خالہ کے ساتھ ناشتہ کرو میں ابھی آیا۔" وہ کہتا باہر نکل آیا۔

حاد نزہت کے کمرے میں داخل ہوا۔ مدیحہ بھی اندر ہی موجود تھی۔ انہوں نے حاد کو دیکھتے بے رخی سے منہ موڑ لیا۔

"امی!!! آپ ایسے کیوں کر رہی ہیں۔ اس میں ہمارا کیا قصور ہے وہ پہلے ہی اتنے بڑے صدمے سے نڈھال ہے اس کیفیت میں آپکا رویہ اس کے لیے کتنا دل دکھانے والا ہے۔" وہ روہانسا ہوا۔

"تمھارا کیا قصور ہے ؟سب قصور ہی تم لوگوں کا ہے !!! میں کتنا تم لوگوں کو منع کرتی تھی یوں آدھی رات باہر گھومنے مت نکلا کروں۔۔۔۔ تم اسکی بچگانہ ضدوں کے پیچھے اسکو لیے لیے گھومتے تھے۔نہ اس لڑکی کو اپنے بچے کی پرواہ تھی نہ تمھاری۔۔۔۔۔

انجام دیکھ لیا تم نے !!! ہم کہیں منہ دکھانے کے قابل نہیں رہے کتنی بدنامی ہوئی ہے ہماری۔ صرف اس لڑکی کی وجہ سے۔"وہ پھٹ پڑیں۔

وہ ماں کا چہرہ تکتا رہ گیا۔

"میں کیا کروں امی... آپ ہی بتائیں ؟ ہم نے جان بوجھ کہ یہ سب تو نہیں کیا نہ !"

وہ بے بس ہوا

"طلاق دے کہ فارغ کرو اسے ! کیسے مرد ہو تم۔۔۔ غیرت نہیں ہے تم میں۔۔۔ ایسی عورت سے کیسے رشتہ رکھو گے۔ پتہ نہیں اس رات کتنے مرد تھے ہمیں تو

تعداد بھی معلوم نہیں۔۔۔جانے کتنے لوگوں نے تمھاری بیوی کی نیلامی ہوتے دیکھی ہے۔"

"امی!!!!بس کر جائیں!!!!"اسکی آواز اونچی ہوئی۔

درد سے دل پھٹنے لگا۔

جب تکلیف بڑھنے لگی تو وہ گھر سے باہر نکل گیا اس ماحول میں اسکا دم گھٹنے لگا تھا وہ سڑک پہ آکھڑا ہوا۔

کچھ دیر بعد آس پاس لوگوں کی موجودگی کا احساس ہوا تو انجانا سا خوف اسے اپنی لپیٹ میں لینے لگا۔کہیں کوئی جاننے والا نہ مل جائے پھر وہی جانچتی نگاہیں کھوجتے سوالات۔۔۔۔

وہ گھر کی جانب واپس کو دوڑا۔حاد نیچے والے کمرے میں آیا جہاں زخرف موجود تھی ویسے تو ان کا کمرہ اوپر تھا نیچے کا ایک کمرہ نزہت کا تھا اور دوسرا خالی تھا کوئی

مہمان آتا تو وہیں ٹھہرتا۔ زخرف کی حالت ایسی نہیں تھی کہ وہ سیڑھیاں چڑھ پاتی تو وہ پچھلے نو دن سے اسی کمرے میں مقیم تھی۔

اندر داخل ہوتے ہی اسے واشروم سے قے کرنے کی آوازیں آئیں تو وہ تیز قدموں سے واشروم تک آیا۔

وہ الٹیاں کر کے کہ نڈھال تھی نورین نے اسے ایک طرف سے تھام رکھا تھا۔

زخرف کی رنگت بری طرح نچڑ چکی تھی۔

"تھوڑا سا ناشتہ کھلایا تھا سب باہر آگیا۔" نورین نے حاد کو مخاطب کیا۔

"میں ڈاکٹر کو گھر لے کر آتا ہوں"

نورین نے سر اثبات میں ہلا دیا۔

وہ وہی لیڈی ڈاکٹر تھی جس نے زخرف کا کیس ڈیل کیا تھا وہ اچھی لڑکی تھی اور زخرف کے لیے ہمدردی بھی رکھتی تھی۔

اس نے زخرف کو ڈرپ لگا دی۔ ڈرپ میں کچھ انجیکشن بھی ملا دیے تھے دھیرے دھیرے اسکے اعصاب پر سکون ہوئے تو وہ کچھ ہی دیر میں سو گئی۔

حاد پریشانی سے پیشانی مسلتا اسکے سرہانے کھڑا تھا۔

"دیکھیں حاد صاحب! انکا ذہن اس وقت اتنے شدید دباؤ کا شکار ہے کہ ان کا نظام انہضام بلکل کام نہیں کر رہا ہے۔ میں نے آپ کو پہلے بھی یہ بات کہی تھی آج بھی یہی کہوں گی۔ جتنا بڑا ٹراما ہے خود بخود اس سے نکلنا ممکن نہیں ہے۔ میری مانیں تو انہیں کسی اچھے ماہر نفسیات کو دیکھائیں بلکہ آپ خود بھی تھراپی لیں۔ آپ دونوں ہی اس صدمے سے گزرے ہیں اور آگے چل کر بھی آپ دونوں نے ہی ان سب چیزوں کے ساتھ سروائیو کرنا ہے۔ آج کل بہت اچھی کپل تھراپی موجود ہے آپ ہمت کریں۔ ورنہ کل کو انہیں فلیش بیکس آئیں گے، پینک اٹیکس وغیرہ کے ساتھ ساتھ یہ ڈپریشن میں بھی مبتلا ہو سکتی ہیں اس لیے آپ ابھی سے کچھ اقدام کریں"۔ ڈاکٹر نے بڑے سبھاؤ سے سمجھایا۔ وہ خالی الذہنی سے محض سر ہلاتا رہا۔

شام ڈھلی تو نورین اپنا رخت سفر باندھے بیٹھی تھیں زخرف پریشان سی ان کے کندھے سے لگی تھی۔ داماد کا رویہ دیکھ کہ انہیں اسکی طرف سے کچھ تسلی ہو گئ۔ اس لیے وہ آج واپس جانے کو تیار ہو گئ تھیں۔

حاد اسے خاصی تسلیاں دیتے نورین کو گھر چھوڑ آیا۔

رات ڈھلی تو اسکی طبیعت دواؤں کے اثر سے قدرے بہتر ہو چکی تھی۔ حاد اوپر اپنے کمرے میں کچھ سامان لینے آیا۔ الماری کنھگالتے ایک سفید لفافہ اسکے قدموں میں آ گرا۔ اس نے جھکتے لفافہ اٹھا کہ کھولا تو ایک ماہ قبل کی پریگنینسی رپورٹ تھی۔ حاد کو اپنے رگ و پہ میں شدید تکلیف اترتی محسوس ہوئی۔

وہ کتنا خوش تھی سارا دن اس نے حاد کا دفتر سے واپس آنے کا بے صبری سے انتظار کیا تھا آتے ہی اس نے حاد کو خبر دی تو اسے اپنے قدم ہواؤں میں محسوس ہونے لگے۔ نزہت کا رویہ بھی تھوڑا نرم ہونے لگا تھا۔

حاد نے تکلیف سے آنکھیں میچتے رپورٹ کے ٹکڑے کرتے ڈسٹبن میں پھینک دیے وہ نہیں چاہتا تھا کہ زخرف کی نظر اس پہ پڑے اور وہ بھی دوبارہ سے اسی کرب سے گزرے۔

حاد کی نگاہ سائیڈ ٹیبل کی جانب اٹھی وہاں اسکا فون پڑا تھا جو پچھلے کئی دنوں سے بند تھا اس نے ہاتھ بڑھاتے فون اٹھا کہ آن کیا۔

فون آن ہوتے ہی پیغامات کی دھنیں بجنے لگیں کچھ لمحوں تک جا کہ یہ سلسلہ تھما۔

حاد سوشل ایکٹوسٹ قسم کا بندہ تھا۔ یہ اسکا شوق تھا اس نے چھوٹی سطح کی کئی آن لائن این جی اوز جوائن کر رکھی تھیں۔ کہیں کسی بیماری کے بارے میں آگاہی پہنچانے کی مہم ہوتی یا کوئی ماحولیاتی تبدیلی پہ پیڑ پودے لگانے کا پروگرام ہوتا حاد ہر جگہ بطور والینٹیر اپنے فرائض سرانجام دیتا تھا۔ اب بھی کئی سارے مختلف گروپس میں دھڑا دھڑ اسی کے واقعے کے متعلق پیغامات تھے۔ کوئی اسکی خیریت معلوم کر رہا تھا کوئی سانحے کا تجزیہ کرنے میں مگن تھا تو کسی نے اسکی دل جوئی کے پیغامات

ارسال کیے ہوئے تھے۔ حاد نے بغیر جواب دیے ہی فون دوبارہ ایک طرف رکھ دیا۔

وہ سر ہیڈ بورڈ کے ساتھ ٹکائے چند پل کو آنکھیں موند گیا۔ وہ پچھلی راتوں سے بے آرام تھا صرف رات ہی کچھ گھنٹوں کے لیے زخرف کے ساتھ بے خبری کی نیند سویا تھا۔

اسے وقت گزرنے کا احساس نہ ہوا وہ نیند میں جانے لگا کہ یکایک زخرف کی دلخراش چیخیں بلند ہونے لگیں۔ چیخوں کا شور اتنا بلند تھا کہ حاد کو اپنے کان پھٹتے محسوس ہونے لگے وہ ہڑبڑا کہ جاگا۔ چاروطرف خاموشی تھی۔ حاد کا جسم پسینے سے شرابور تھا وہ گہرے گہرے سانس بھرنے لگا۔

ڈاکٹر نے درست کہا تھا حادثہ اسکے ساتھ بھی ہوا تھا اثرات اس پہ بھی ظاہر ہونے تھے۔ مدد کی ضرورت اسے بھی تھی۔ زخرف تو رو کہ شاید ہی اپنے اندر کا غبار باہر نکال لیتی مگر اس پہ ذمیداریوں کا بوجھ اتنا تھا کہ اسے صحیح سے اپنے ایموشنز بھی

پروسیس کرنے کا وقت نہیں ملا تھا۔اس نے گھڑی پہ نگاہ ڈالی آدھا گھنٹہ بیت چکا تھا ۔اسکی آنکھ لگ گئی تھی۔زخرف نیچے اکیلی تھی اس حادثے کے بعد ہمہ وقت نورین اس کے ساتھ موجود ہوتی تھیں وہ نیچے کی طرف بھاگا۔

اندیشے درست ثابت ہوئے وہ کونے میں کھڑی تھی کانپتی ہوئی۔آنسو بھل بھل بہتے اسکے گال بھگو رہے تھے پاس ہی نزہت کھڑی تھیں چہرے پہ طیش تھا۔

"کیا ہوا امی! زخرف کو کیا کہا ہے آپ نے؟"۔ایک نگاہ زخرف پہ ڈالتا وہ انکی جانب لپکا۔

"اسکو اسکی ماں کے ساتھ کیوں نہیں بھیجا تم نے!!" وہ تیز لہجے میں بولیں۔

"یہ اسکا گھر ہے وہ یہیں رہے گی۔خالہ کے ساتھ کیوں بھیجتا میں اسے۔"

"میں اس لڑکی کی شکل تک نہیں دیکھنا چاہتی۔میں اسکو اس گھر میں برداشت نہیں کر سکتی."

زخرف کا رنگ سفید پڑنے لگا وہ ذلت کی اتاہ گہرائیوں میں دھنسنے لگی۔

"ہوا کیا ہے امی۔۔۔"

"کیا ہوا ہے! تمہاری بہن کا رو رو کہ برا حشر ہے جہاں اسکی بات چل رہی تھی ان لوگوں نے انکار کر دیا ہے۔ میری بیٹی کا اس سب میں کیا قصور ہے بولو! اب تم لوگوں کی غلطی کا خمیازہ اسے بھی بھگتنا پڑے گا۔" وہ غم و غصّے سے چلائیں۔

وہ زخرف کے قریب آیا ایک طرف سے اسکو اپنے حصار میں قید کیا وہ خطرناک حد تک برف ہو رہی تھی."

"میں۔۔۔ میں کرتا ہوں کچھ۔۔۔ میں آتا ہوں۔۔ بس ابھی آپ کچھ نہ کہے، اسکی حالت دیکھیں!" اس نے زخرف کی حالت کے پیشِ نظر ماں کو روکا۔

"ابھی بھی تمھیں اسکی پرواہ ہے باقی سب تمھارے کچھ نہیں لگتے" وہ تن فن کرتیں دروازہ مار کہ چلی گئیں۔

"ریلکس زخرف! سانس لو۔۔۔ سب ٹھیک ہے۔۔ سب ٹھیک ہو جائے گا." وہ ہنوز اسکے حصار میں تھی۔

زخرف نے تیزی سے نفی میں گردن ہلائی۔

"نہیں! اب کچھ ٹھیک نہیں ہوگا۔ آنٹی ٹھیک کہہ رہی ہیں مجھے چلے جانا چاہئیے۔ آپ مجھے گھر چھوڑ آئیں۔ وہ میرے والدین ہیں۔۔۔۔ وہ تو مجھے رکھ ہی لیں گے۔۔۔۔ میں آپ کے قابل نہیں رہی۔۔۔ میں۔۔۔۔" وہ لرزتے ہوئے رو رہی تھی۔

"بس۔۔ خاموش ہو جاؤ۔ خبردار آئندہ ایسی کوئی بات کی۔ اب کسی چیز کے بارے کچھ نہیں سوچنا۔" وہ اسکا سر سہلانے لگا۔

حاد کے اعصاب بری طرح تھک رہے تھے۔ کچھ دیر بعد وہ سونے کے لیے لیٹ چکے تھے۔ کمرے میں اندھیرے کی بجائے نائٹ بلب کی نیم روشنی پھیلی تھی۔ کئی ثانیے یونہی خاموشی سے کٹ گئے۔ دونوں کی آنکھوں سے نیند غائب تھی کہ خاموشی میں زخرف کی آواز ابھری۔

"حاد"

"ہوں"

"مجھے نیند نہیں آرہی"

"آنکھیں بند کرو نیند آجائے گی"

"میرا سونے کو دل نہیں چاہ رہا"

"تو باتیں کر لیتے ہیں" اس نے حل پیش کیا۔

"آپ کوئی بات سنائیں"۔ زخرف نے رخ اسکی جانب موڑ لیا۔

نیم اندھیرے میں ایک دوسرے کے مقابل دونوں کے چہرے واضح تھے۔

"زخرف ایک بات کہوں۔ تسلی سے سنو گی نا"

"ہمم"

"ہم۔۔۔ وہ کچھ جھجھکا۔ کیوں نہ ہم کسی ماہر نفسیات سے رجوع کریں۔"

"کیوں....!" وہ بے یقینی سے اٹھ بیٹھی۔

"کیوں کا کیا مطلب... کوئی بھی حادثہ ہوتا تو وہ ہم پہ اپنے اثرات بھی تو چھوڑتا ہے۔

بس اسی لیے" وہ کھل کہ بات کرنے سے ہچکچاہٹ کا شکار ہوا۔

"آپ مجھے پاگل کہہ رہے ہیں۔" وہ سخت خائف ہوئی۔

"ہرگز نہیں!" وہ بھی بستر پہ اٹھ بیٹھا۔

"نفسیاتی امراض کے ڈاکٹر کے پاس لیجانا چاہتے ہیں اسکا یہی مطلب ہوا نہ" اسکی آنکھیں بھرنے لگیں۔

"اچھا چھوڑو! اپنی طبیعت نہ خراب کرلینا۔" اس نے مزید بات کو طول دینے کا ارادہ ملتوی کردیا۔

وہ واپس سے دراز ہوئی۔

"نیند نہیں آرہی تو کوئی سیریز دیکھ لیتے ہیں۔" وہ لوگ پہلے بھی کئی سیریز اکٹھے ختم کرچکے تھے۔

"نہیں۔۔۔" وہ خفگی سے بولی۔

حاد بھی بھاری سانس خارج کرتا واپس خاموشی سے لیٹ گیا۔

اسی طرح ایک اور بے آرامی بھری رات کا اختتام ہوا نیا دن چڑھا۔

حاد کی آنکھ زخرف کے اسکا بازو ہلانے سے کھلی۔

حاد نے نیند بھری آنکھیں کھولیں تو وہ بالوں میں کنگھی اٹکائے بیٹھی تھی۔

"یہ کیا ہوا؟" وہ آنکھیں مسلتا اٹھا۔

زخرف نے اپنی آستین اونچی کر کے اس کے آگے کی اس کی بازو پہ پچھلے دنوں لگنے والی آئی وی لائنز کی وجہ سے بڑے بڑے جامنے نیل پڑے ہوئے تھے۔

اور اب کنگھی کرتے وقت بازو ہلنے کا نام نہیں رہا تھا۔

حاد نے اسکے بالوں سے کنگھی نکلنے کی کوشش کی مگر اس کے بال حد سے زیادہ الجھے ہوئے اور گندے ہو رہے تھے۔ مگر پھر بھی جیسے کیسے وہ اسکے بالوں سے کنگھی نکالنے میں کامیاب ہو گیا۔

"ایسے تو بال نہیں سلجھیں گے۔ بال دھونے پڑیں گے".

"میرے سے تو بازو نہیں ہلایا جا رہا بال کیسے دھوؤں گی۔" وہ پریشان ہوئی۔

اسکی پریشانی سن کہ حاد مسکرایا۔

"میں ہوں نا میری دلہن! پریشانی کس بات کی ہے"۔اس نے لطیف سی سرگوشی کی۔

وہ شادی کے ابتدائی دنوں میں اسے بات بات میں میری دلہن بولتا تھا اور وہ جھینپ جاتی آج بڑے دنوں بعد اسکے منہ سے اپنے لیے یہ الفاظ سن کہ اسکا دل گداز ہونے لگا۔زخرف بے اختیار سر جھکا گئی گویا اب وہ آپ اپنے آپکو اس قابل نہیں سمجھتی تھی۔

وہ پیروں میں چپل اڑستا باہر آیا لاؤنج میں سے کرسی اٹھاتے اندر لے آیا۔واشروم میں واش بیسن کے آگے کرسی رکھی۔زخرف کچھ جھجھکتی کرسی پہ آ بیٹھی۔سر پیچھے کو ٹکایا اس طرح کہ اب وہ کرسی پہ بیسن کو پشت کیے بیٹھی تھی اور سر بیسن کے کنارے ٹکا تھا۔

حاد نے بازو کہنیوں تک چڑھائے درمیانہ موسم تھا تازہ پانی ہی بہترین تھا۔ اس نے نل کھولا۔ پانی زخرف کے بال بھگونے لگا حاد نے شیمپو ہتھیلی پہ نکالا پھر دونوں ہاتھوں کو مس کرتے جھاگ بنائی نرمی سے انگلیاں اس کے بالوں میں چلانے لگا زخرف نے پل بھر کو آنکھیں موندے سکون اترتا محسوس کیا وہ بڑی احتیاط سے اسکے سر کی گیلی جڑوں کو سہلاتا اچھے سے بالوں میں شیمپو مساج کر رہا تھا۔ شادی کے بعد ایسا لمحہ دونوں کے درمیان پہلی مرتبہ آیا تھا حالات نارمل ہوتے تو شرما جاتی مگر اس موقع پہ اس کے حلق کے گرد پھر سے آنسوؤں کا پھندا اٹکنے لگا۔ شاید شکر گزاری سے یا احسان مندی سے۔۔۔۔۔

وہ خاموشی سے نظریں اس مرد پہ ٹکائے ہوئے تھی جو اسکے لیے دن بدن معتبر ہوتا جا رہا تھا۔

"زخرف آنکھیں بند کر لو پھر کہو گی میں نے جان بوجھ کہ تمھاری آنکھوں میں شیمپو ڈالا ہے۔" وہ بولا تو اسکی محویت ٹوٹی اس نے سنتے ہی آنکھیں میچ لیں۔

سر دھلانے کے بعد اسکے بال خشک ہوئے تو بڑی تگودو کے بعد وہ اسکی ٹیڑھی میڑھی چوٹی بنانے میں کامیاب ہوا۔

پھر ناشتے کے لیے باہر آیا تو مدیحہ اٹھاک پھٹاک کرتی اپنا ناشتہ بنا رہی تھی اسکا چہرہ ستا ہوا تھا۔اس نے حاد کو سرے سے نظر انداز کیا۔

"ناشتہ بنادو گی"۔حاد نے پوچھا۔

"کیا کھانا ہے؟"لٹھ مار سا انداز

"ایسے لگ رہا ہے جو بھی بناؤ گی اس میں زہر میں ملادو گی۔"اس نے چھیڑا۔

وہ خاموش رہی۔

"مجھ سے ناراض ہو؟"

وہ ہنوز خاموش رہی۔

"جب دو لوگوں کی آپس میں شادی ہوتی ہے نا تو یہ رشتہ ایسا ہے کہ میاں بیوی کو ایک دوسرے کے علاؤہ کسی تیسرے کے نقائص یا خوابیوں سے کوئی سروکار نہیں

ہونا چاہئیے۔ نہ ایک دوسرے سے منسلک رشتوں کے اعمال کا ذمہ دار ایک دوسرے کو ٹھہرانا چاہئیے نہ ہی کسی تیسرے کی وجہ سے اپنا رشتہ خراب کرنا چاہئیے اگر آپکا پارٹنر اس طرح کرتا تو یہ رشتے کا سرخ جھنڈا ہے۔ اللہ نے تمھاری حفاظت کی تمھیں اس رشتے سے بچا لیا انہوں نے اپنا ظرف پہلے ہی واضح کر دیا۔ سوچو وہ شادی کی حامی بھر لیتے اور بقیہ کی ساری زندگی تم اس طعنے کے ساتھ گزارتی تو کیا ہوتا۔"

مدیحہ سر جھکائے اپنے کام میں مصروف رہی۔ مگر اسکے تاثرات بدلنے لگے تھے۔ اس نے بڑی مشکل سے آنکھوں میں ابھرنے والی نمی روکتے ناشتہ بنا کہ اسے تھمایا اور بغیر کچھ کہے اپنے کمرے میں چلی گئی۔

آج سے تقریباً تیرہ دن پہلے کا منظر کچھ اور تھا۔

زخرف حبیب متوسط طبقے کی زندہ دل مگر باشعور لڑکی تھی۔بی اے مکمل کیااور گھر بیٹھ گئی پڑھائی سے اسکی جان جاتی تھی۔

وہ آج کل کی کثیر تعداد لڑکیوں جیسی تھی ذمہ داری پڑ جائے تو پورا گھر سنبھال لے ذمہ داری نہ ہو تو اس سے زیادہ پھوہڑ کوئی نہیں تھا۔اسے نئے کپڑوں اور میک اپ کا جنون تھا سارا دن فون پہ سکرولنگ کی۔دو چار کام کیے۔نت نئے فیشن ٹرینڈز چھوٹی بہن کے ساتھ مل کہ پورے کیے اور بس۔۔۔۔۔دو بہنوں اور والدین پہ مشتمل چھوٹا سا گھرانہ خوش باش تھا۔

یہاں اس گھرانے جیسی ہی حیثیت والا حادیوسف (ambitious) لڑکا بڑی چھوٹی عمر سے ہی اپنی بہنوں اور ماں کا کفیل بن گیا تھا۔وہ نجی کمپنی میں ایچ آر مینجر کی پوسٹ پہ کام کرتا تھا۔وہ باصلاحیت تھا پڑھا لکھا اور ذمہ دار تھا۔

مزاج حد سے زیادہ صابر، شکر گزار اور میٹھی نہر جیسا ٹھنڈا۔۔۔۔۔

حاد کی زخرف کے لیے پسندیدگی کے اظہار کے بعد ایک ہی سال کے اندر اندر ان دنوں کی شادی ہو چکی تھی۔

شادی کے اوائل کے دن دونوں کے لیے کسی خواب سے کم نہ تھے وہ دونوں تو ہواؤں میں رہتے تھے مگر باقی سب زمین پہ ہی تھے۔ نزہت بیوہ تھیں ساری عمر ساری جوانی بچوں پہ صرف کر دی تھی۔ ایسے حالات میں نہ چاہتے ہوئے بھی لاشعوری طور پہ اکثر خواتین اپنی اولاد سے توقعات وابستہ کر لیتی ہے۔ شوہر والی خواتین جب ساس بنتی ہے تو بیٹے کا بیوی کی طرف ایک دم سے سارا رجحان برداشت نہیں کر پاتی۔ نزہت تو پھر بیوہ تھیں۔ انکی زندگی کا محور انکا بیٹا تھا اور بیٹا بھی انکا کفیل۔۔۔۔ وہ انکے گھر کا واحد مرد تھا اور شادی سے پہلے ماں بہنیں ہی اسکی ساری توجہ کا مرکز تھیں۔ جونہی اسکی شادی ہوئی فطری تکازے کے تحت اسکی توجہ کا محور زخرف کب بنی اسے احساس ہی نہ ہو سکا مگر نزہت کو یہ احساس بڑی شدت سے ہونے لگا تھا۔

جس اولاد پہ انہوں نے اپنی ساری جوانی لگائی تھی وہ یوں انہیں اچانک سے ڈس اون نہیں کر سکتا تھا۔اس سب سے ان کے اندر فطری حسد پنجے گاڑھنے لگا وہ اسکی ہر چھوٹی بات پہ اسے ٹوکنے لگی تھیں۔

نئی شادی کا خمار تھا۔کس کو کیا چیز بری لگ رہی ہے۔کس کا منہ کس بات پہ بن رہا ہے نہ حاد کو ہوش تھی نہ زخرف اتنی توجہ دیتی تھی۔وہ موبائل سے کوئی نئی جگہ نکالتی نیا جوڑا پہنتی تیار ہوتی اور اگلے ہی دن حاد اسے لیے وہاں پہنچا ہوتا۔شادی کے ایک ماہ بعد انہیں خوشخبری ملی گھر کا ماحول تھوڑا خوشگوار ہوا۔زخرف کے نخرے مزید بڑھ گئے وہ دونوں رات گئے گھومنے نکل جاتے کبھی کچھ کھانے چلے جاتے تو کبھی زخرف کو کچھ خریدنا ہوتا۔یہ بھی ایسا ہی دن تھا حاد دفتر سے گھر آیا تو وہ گہرے آتشی گلابی رنگ کا پیروں کو چھوتا فراک پہنے تیار کھڑی تھی۔ہاتھوں میں ہم رنگ چھوڑیاں بھی سجا رکھی تھیں۔

آج اسے دیر ہو گئی تھی رات کے ساڑھے نو بج رہے تھے۔وہ کبھی کبھار اوور ٹائم بھی کرتا تھا۔

مدیحہ نے بھائی کو پانی کا گلاس لا کر تھمایا۔

"بیٹا شوہر کام سے تھکا ہوا گھر آیا ہے بجائے اسے پانی کا پوچھو کھانے کا پوچھو تم آتے ہی تیار ہو کہ کھڑی ہو گئی ہو". نزہت نے بڑے ضبط کے باوجود کہہ ہی ڈالا۔

وہ خجل سی ہو گئی۔

"کوئی بات نہیں امی! میں نے ہی اسے تیار رہنے کا میسج کیا ہوا تھا اور کھانا میں کھا کہ آرہا ہوں".اس نے گلاس واپس سے مدیحہ کو تھمایا۔

زخرف نے کن اکھیوں سے اسے دیکھا(اس نے ایسا تو کوئی میسج نہیں بھیجا تھا حالانکہ میسج تو اسنے آج آئس کریم کھانے جانا ہے کا بھیجا تھا۔)

"میں بس فریش ہو کہ آتا ہوں پھر چلتے ہیں".اس نے زخرف کو مخاطب کیا۔

"آج تمھیں گھر آتے اتنی دیر ہو گئی ہے واپس آتے تم لوگوں کو زیادہ رات بھی ہو جائے گی۔ آج رہنے دو۔ کل چلے جانا"۔انہوں نے حاد سے کہا۔

"جی" وہ فوری طور پہ کچھ نہ کہہ سکا۔

کمرے میں آیا تو پیچھے پیچھے زخرف بھی آگئی۔ حاد کپڑے تبدیل کر کے فریش ہونے کے بعد واشروم سے باہر آیا۔وہ چہرے پہ خفگی سجائے ایک ایک کر کے چوڑیاں اتار رہی تھی۔

"مجھے دیکھنے تو دیتی۔"

"میرا آئسکریم کھانے کا اتنا دل چاہ رہا تھا۔ کل دل تھوڑی چاہے گا۔"

"یا اللہ!" اس نے دہائی دی۔

"اچھا رکو! ایسا کرتے ہیں تھوڑی دیر تک نکلتے ہیں اس وقت تک امی بھی سو جائیں گی۔"

زخرف نے مشکوک نظروں سے دیکھا۔

"اور انہیں پتہ چل گیا تو؟۔۔۔۔آپکو تو وہ کچھ نہیں کہتیں مجھے باتیں سنائیں گی۔"

"نہیں پتہ چلے گا وعدہ!"

وہ ایک ایک کرتی دوبارہ سے چوڑیاں پہننے لگی۔

سوا دس کے قریب وہ دبے قدموں باہر نکلے ابھی نیچے والی منزل کے کچن کے سامنے سے ہی گزر رہے تھے کہ آج خلافِ توقع کچن میں پانی پیتے ہوئے نزہت نے انہیں دیکھ لیا تھا اور ساتھ ہی ساتھ وہ لوگ بھی انہیں دیکھ چکے تھے۔

دونوں کی گھبرائی نظریں ملیں۔

نزہت نے ایک سخت نظر دونوں پہ ڈالی۔

"یہ رات کا کوئی وقت ہے باہر نکلنے کا؟ حاد کو عقل نہیں ہے تو زخرف تم ہی کچھ اپنی حالت کا خیال کرلو۔اتنی اتنی بات بھی تم لوگوں کو بچوں کی طرح سمجھانی پڑے گی۔"انہوں نے لتاڑا۔

"امی ہم بس قریب ہی جا رہے ہیں آدھے گھنٹے تک واپس آ جائیں گے۔" حاد گویا ہوا۔

"جو جی میں آئے کرو" وہ سرد مہری سے کہتی چل دیں۔

زخرف دل مسوس کہ رہ گئی۔

آئسکریم پارلر میں بیٹھے آئسکریم کھاتے اور ادھر ادھر کی باتیں کرتے انہیں پونے گیارہ ہو گئے تھے۔

زخرف کی کریوینگس بھی عجیب تھی اب اسے کافی پینی تھی۔ حاد نے بڑی بیچارگی سے اسے دیکھا وہ بضد ہوئی۔

جس جگہ کی کافی اسے پسند تھی وہ یہاں سے دور پڑتی تھی مگر حاد کہاں اسکی کوئی بات ٹالتا تھا۔

کیفے پہنچتے کافی پیتے انہیں بارہ بج گئے تھے وہ لوگ کیفے سے باہر نکلے بائیک پہ تھوڑی دور ہی پہنچے تھے کہ اچانک سے بائیک جھٹکے کھاتی چلنا بند ہو گئی۔

"اوہ شیٹ! لگتا ہے پیٹرول ختم ہو گیا۔"

"آپ نے چیک نہیں کیا تھا."

"کافی کا پلان ہی اچانک سے بنا مجھے خیال ہی نہیں رہا۔" وہ دونوں بائیک سے اتر گئے۔

حاد نے آس پاس نگاہ دوڑائی آس پاس تو پیٹرول پمپ کا نام ونشان بھی نہ تھا۔ رکشہ ٹیکسی بھی شاذ ہی ملتے۔

وہ بائیک ساتھ ساتھ لیے تھوڑا سا پیدل چلے تو ایک راہ چلتے آدمی سے حاد نے پیٹرول پمپ کا پوچھا۔

پمپ تھوڑا دور تھا مگر حاد کو راستہ سمجھ آ گیا تھا۔

"پیٹرول پمپ تھوڑا دور ہے چل لو گی نا؟ یا۔۔۔۔ایسا کرو تم بائیک پہ بیٹھ جاؤ۔"

"آپ نے مجھے اتنا ظالم سمجھ لیا ہے۔۔۔میں چل لوں گی کوئی مسئلہ نہیں ہے۔" وہ اسکی فکر پہ مسکرائی۔

رات کی فسوں خیز خاموشی میں وہ دونوں ایک دوسرے کے ہم قدم ساتھ ساتھ بائیک لیے سنسان سڑک پہ ہلکی پھلکی باتیں کرتے چلنے لگے۔ کبھی کوئی اکادکا گاڑی تھوڑے وقفے سے سائیڈ سے گزر جاتی۔

وہ دونوں باتوں میں مگن تھے کہ پاس سے گزرتی گاڑی میں سے کسی لڑکے نے سر باہر نکال کہ کوئی نازیبا سا جملہ کسا۔

وہ لمحہ بھر کو تھم گئے مسکراتے لب سکڑے۔

حاد نے نظرانداز کیا زخرف بھی خاموش رہی۔

پھر سے وہی گاڑی واپس آتی زن سے ان کے قریب سے گزری۔ایک اور جملہ۔۔۔۔۔

زخرف صحیح معنوں میں گھبرائی حاد نے اسکا ہاتھ تھامتے قدموں کی رفتار بڑھائی۔

دوبارہ سے گاڑی آئی گاڑی میں چار اوباش لڑکے تھے حالت سے نشے میں دھت دکھائی دیتے تھے حلیوں اور گاڑی سے بے تحاشہ دولت مند۔۔۔۔

فرنٹ سیٹ پہ بیٹھا لڑکا گاڑی ان کے گرد گول گول چکر میں گھمانے لگا۔اندر بیٹھے لڑکے مزید واہیات لفظ کہتے بے ہنگم قہقہے لگا رہے تھے۔

زخرف خوفزدہ ہوئی حاد کا دل بھی بے طرح دھڑکنے لگا۔اس پہ ایک جان نہیں دو جانوں کی ذمہ داری تھی۔

یکایک گاڑی رک گئی۔جس جگہ وہ لوگ پہنچ چکے تھے یہاں ہو کا عالم تھا۔قریب ہی خالی پلاٹ تھا۔

چاروں لڑکے اپنے اطراف کے دروازے کھولتے باہر نکل آئے۔حاد نے بے ساختہ زخرف کو اپنی اوٹ میں کیا۔

دونوں کے اوسان خطا ہونے لگے تھے دل کسی انہونی کے خوف سے جکڑا جانے لگا۔

ایک لڑکا ڈولتا ہوا زخرف کے قریب آیا اس نے دوپٹہ چھوا ہی تھا کہ حاد نے اسکا جھٹکا۔

"تمیز سے!!!! میری بیوی کو ہاتھ لگانے کی کوشش مت کرنا" وہ دھاڑا۔

زخرف کا دل حلق میں آیا۔

پیچھے سے دوسرے نے اسکا دوپٹہ کھینچا۔

زخرف کی ٹانگیں کانپنے لگیں حاد نے اسے دھکا مارا۔

تیسرے لڑکے نے زخرف کا بازو چھوا۔ زخرف حاد سے لپٹی۔

"تیری جرات کیسے ہوئی میری بیوی کو ہاتھ لگانے کی. !اس نے اس لڑکے کے منہ پوری قوت سے گھونسا جڑا۔

اور یہاں سے حالات بے قابو ہونے لگے لڑکوں کو طیش آیا۔ وہ چار تھے وہ اکیلا

لڑائی جھگڑوں سے دور رہنے والا لڑکا اور اوباش لڑکے ناانصافی ہونے والی تھی۔ دو لڑکوں نے حاد کو گریبان سے پکڑتے زمین پہ جھٹکے سے گرایا اور دھڑا دھڑ اسے گھونسے مارنے لگے۔

زخرف زور زور سے مدد کو چلانے لگی۔

جس لڑکے کو حاد نے مارا تھا وہ آگے بڑھا زخرف کو دبوچا۔

"تیرے ہیرو کی اکڑ تو میں نکالتا ہوں"۔اس نے تنفر سے منہ میں آیا خون تھوکا۔

زخرف ہاتھ پیر مارتی چلائی۔

"باندھو اس سالے کو!"۔حاد کی طرف اشارہ دیا۔

چوتھے لڑکے نے گاڑی سے رسی نکالی وہ حاد کو بالوں سے جکڑتے اٹھا کہ رسی باندھنے لگے۔

چاروں نے ان دونوں کو خالی پلاٹ میں گھسیٹا

"حاد جو پہلے انہیں مغالات بول رہا تھا وہ اب بے بسی سے گڑ گڑانے لگا تھا۔"

"میں تم لوگوں سے معافی مانگتا ہوں!خدا کے واسطے رحم کرو۔۔۔۔ہمیں جانے دو۔۔۔میری بیوی کو چھوڑ دو!!!.......تم لوگوں کا اللہ کا واسطہ۔۔۔۔میری

بیوی پریگنینٹ ہے وہ ماں بننے والی ہے۔۔۔رحم کھاؤ!!!" چیخ چیخ کی حاد کا گلہ بیٹھنے لگا۔

زخرف کی دلخراش چیخیں ویرانے میں گونجنے لگیں منظر برداشت سے باہر ہوا تو حاد نے تکلیف سے بلکتے آنکھیں بند کرلیں۔

ایک کے بعد دوسرا دوسرے کے بعد تیسرا اور تیسرے کے بعد چوتھے لڑکے نے اسے مل کہ اجتماعی زیادتی کا نشانہ بنایا۔

کانچ کی گلابی چوڑیاں ٹوٹی بکھری ماتم کناں تھیں۔زخرف اپنے پیٹ میں خنجر سے چیرے جانے کی تکلیف سے تڑپ رہی تھی اسکا وجود زخم زخم تھا۔

حاد ٹوٹا بکھرا زندہ لاش کی مانند محسوس کررہا تھا یہ تکلیف بہت زیادہ تھی بہت زیادہ وہ بچوں کی طرح اونچا اونچا زاروقطار رونے لگا۔

دھیرے دھیرے زخرف کے ارد گرد خون کا ننھا سا تالاب بننے لگا وہ نیم بے ہوش ہو گئی۔

روشنی پھوٹی تو انہیں معلوم نہیں ہو سکا کس نے انہیں دیکھا۔ کن لوگوں نے انہیں اسپتال پہنچایا۔

حاد کو بھی نیم بے ہوشی میں اسپتال لایا گیا تھا۔ جب اسے ہوش آئی تو خود کو اسپتال کے کمرے میں پایا۔ اس نے خالی خالی نظروں سے قریب کھڑی نزہت اور افشاں پہ نگاہ ڈالی مدیحہ شاید گھر پہ تھی۔

"زخ۔۔۔۔ زخر۔۔ف۔۔۔۔" پہلا لفظ ٹوٹ ٹوٹ کہ اسکے لبوں سے آزاد ہوا۔

"بے ہوش ہے ڈاکٹر دیکھ رہے ہیں" نزہت کی بجائے افشاں نے جواب دیا۔

"ہمارا بچہ۔۔"

"صبر کرو"

حاد کراہ اٹھا آنسو ٹوٹ کہ اسکے گالوں پہ بہنے لگے۔ حاد کے زخم اتنے گہرے نہیں تھے۔

زخرف اسی اسپتال کی زنانہ وارڈ میں تھی اس کے پاس نورین اور حبیب تھے۔

حبیب صاحب کے کندھے جھک گئے تھے آنکھیں نم تھیں سینے میں دل چیرنے کی سی تکلیف تھی۔نورین بیٹی کی حالت پہ رو رو کہ نڈھال تھی۔
انکی ہنسی مسکراتی زندگی ایک رات میں اجڑ کہ رہ گئی تھی۔

حاد دو دن میں کچھ بہتر ہونے لگا تھا مگر بار بار وہ بھیانک رات یاد آتی تو اسکی طبیعت بگڑنے لگتی۔ڈاکٹر نے اسے اینٹی ڈپریسنٹ دے دی تھی۔

وہ اپنا مردہ وجود گھسیٹتا زنانہ وارڈ کے باہر آیا دور بیڈ پہ زخرف کا وجود دکھائی دیا تو اس نے اسکے لیے اپنے آپ کو دوبارہ کھڑا رہنے کی ہمت دی۔
پانچ دن وہ اسپتال رہی ان پانچ دنوں میں وہ وقفے وقفے سے چیخنے چلانے لگتی کبھی دھاڑیں مار مار کہ رونے لگتی۔پانچ دن بعد وہ گھر آ گئے۔نورین اسے اپنے ساتھ لیجانا چاہتی تھیں حاد نے انہیں منع کر دیا۔نزہت اس وقت بیٹے کی حالت کے پیشِ نظر خاموش رہیں۔

آس پڑوس میں بھی جانے کیسے خبر پھیل چکی تھی حاد کا ایک دوست جو قریب پڑوس میں رہتا تھا دونوں ایک ہی دفتر میں کام کرتے تھے۔ ساتھ ہی ساتھ اسکی این جی اوز کا ممبر بھی تھا دونوں ایک جیسے خیالات رکھتے تھے اس لیے ساتھ ہر مہم میں شرکت کرتے تھے۔ اس کے ذریعے حاد کے احباب میں بھی یہ خبر پھیل چکی تھی۔

کچھ دن تو وہ طبعیت کی وجہ سے دفتر نہیں گیا جب کولیگس کے پیغامات موصول ہونے لگے تو کچھ نہ سمجھ آنے پہ حاد نے آن لائن بذریعہ ای میل استعفیٰ ارسال کر دیا تھا۔

اگلے چار دن حاد کا ضمیر اسے کچوکے لگاتا رہا وہ اسکا حاکم تھا وہ اسکی حفاظت کا ذمیدار تھا۔ وہ لاشعوری طور پہ اپنے آپ کو زخرف کے نقصان کا مجرم ماننے لگا اور گھر آنے کے باوجود اسی لیے اسکا سامنا کرنے سے کتراتا رہا۔

ان چار دنوں میں زخرف کی آنکھیں دروازے پہ لگی رہتیں ہر آہٹ حاد کے قدموں کی آہٹ لگتی۔ ہر آواز پہ حاد کی آواز کا شبہ دیتی یہ چار دن اس نے بے صبری سے حاد کا انتظار کیا تھا۔ دل ہی دل میں یہ خوف ستاتا کہیں وہ اس سے بدزن تو نہیں۔۔۔۔۔ کیا وہ اسکی شکل تک دیکھنا نہیں چاہتا۔۔۔ کیا وہ داغدار ہو چکی تھی اب وہ اسکے قابل نہیں رہی۔۔۔۔

اور پھر نو دن بعد رات کے تین بجے زخرف کی تمام حسیات نے حاد کی آہٹ محسوس کرلی تھی۔

زخرف جسمانی طور پہ کچھ حد تک بہتر ہونے لگی مگر نقاہت جوں کی توں تھی۔ وہ لوگ واپس اپنے کمرے میں منتقل ہو چکے تھے۔

جسمانی طور پہ بہتری آئی تھی مگر ذہنی حالت میں کوئی افاقہ نہیں ہو رہا تھا۔ یونہی بیٹھے بیٹھے شدید رونا آنا۔ رات کے پچھلے پہر خوفزدہ ہو کہ گھبرا کہ اٹھ بیٹھنا۔ سارا سارا دن بستر میں پڑے رہنا۔ حاد اور زخرف کی زندگی جمود کا شکار ہو گئی تھی۔ ایک دن اچانک سے یاد آنے پہ اس نے حاد سے دفتر کے متعلق پوچھا تو اس نے بتایا وہ نوکری چھوڑ چکا ہے دفتر والے اتنی چھٹیاں دینے پہ راضی نہیں تھے اور اسکی طبیعت واپس سے اتنی جلدی کام پہ جانے کی اجازت نہیں دے رہی تھی وہ کچھ دیر آرام کرنا چاہتا تھا۔ زخرف خاموش ہو گئی۔

ایک مرتبہ یونہی باتوں باتوں میں حاد نے دوبارہ تھراپی کا سرسری ساذکر چھیڑا۔ اس دفعہ اسکا ردعمل شدید تھا حاد دوبارہ سے ناامید ہو گیا۔ اسے خود بھی رات کو اینٹی ڈپریسنٹ لیے بنا نیند نہیں آتی تھی۔

آج کی صبح خاصی روشن اور اجلی تھی۔ صبح سات بجے کا وقت تھا دھوپ کا نام و نشان نہ تھا۔ مارچ کا وسط تھا اور اس صبح کا آغاز ہلکی ہلکی ٹھنڈی ہوا سے ہوا۔ حاد کافی دنوں

سے اس بارے میں سوچ رہا تھا آج اس نے اس خیال پہ عمل درآمد کرنے کی ٹھان لی تھی۔ زخرف کسلمندی سے بستر پہ نیم دراز تھی۔ حاد نے الماری کے پٹ وا کیے اسکی چادر نکالی ساتھ ہی ساتھ اپنے سنکیرز بھی نکال لیے۔

"دیکھو باہر موسم اتنا اچھا ہو رہا چلو واک کر کے آتے ہیں۔" اس نے اسکی چادر اسے تھمائی۔

زخرف نے اسے ایسے دیکھا جیسے اسکا دماغ خراب ہو گیا ہو۔

"میں نہیں جاؤں گی۔" اسکا انداز دفاعی تھا۔

"کیوں نہیں جاؤ گی".

"پہلے کیا کم نقصان ہو چکا ہے جو میں مزید کرنے نکل پڑوں"۔

"یہ کیا فضول بات کی ہے۔ کیا اب ہم ساری زندگی باہر نہیں نکلیں گے دنیا کا سامنا نہیں کریں گے".

"مجھے کہیں نہیں جانا۔ میں اب کہیں نہیں جاؤں گی۔ بھلے ساری زندگی مجھے کمرے میں قید رہنا پڑے میں رہ لوں گی باہر کی دنیا مجھے ہانٹ کرتی ہے۔ مجھے خوف آتا ہے۔ میں باہر نکلنے کا تصور کرتی ہو تو میرا دم گھٹنے لگتا ہے۔ میری کیفیت کو سمجھیں مجھے مجبور نہ کریں۔" بے بسی سے اسکی آنکھیں جھلملانے لگیں۔

حاد کو بے اختیار اس پہ ترس آیا۔ وہ دھیمے قدم لیتا اس کے قریب آیا۔

"ایک بات بولوں!"۔

"ہوں" زخرف نے بھیگی پلکیں اٹھا کہ اسے دیکھا۔

"مجھے بھی بہت ڈر لگ رہا ہے باہر نکلتے وقت۔" وہ معصومیت سے بولا۔

"پھر بھی مجھے ساتھ لیجانا چاہتے ہیں۔" اس نے خشمگیں لہجے میں جتایا۔

"ہاں! بتایا تو ہے اکیلے جاتے وقت ڈر لگتا ہے۔ دونوں ساتھ چلیں گے تو مجھے ڈر نہیں لگے گا". وہ پھیکا سا ہنس دیا۔

زخرف نم آنکھوں سے افسردہ سا مسکرادی۔

"جھوٹے!"لبوں سے بے ساختہ ادا ہوا۔

شام کے وقت باہر نکلتے تو رات کا خوف ہوتا دوپہر میں باہر نکلتے تو لوگوں کا۔اس وقت باہر اجالا بھی تھا اور سکون بھی۔بڑی ہمت کر کے وہ گھر سے باہر نکلے قریب ہی کچھ قدموں کے فاصلے پہ پارک تھا۔چند ایک لوگ ٹریک پہ بھاگتے ہوئے جوگنگ کرتے دکھائی دے رہے تھے۔

زخرف کو اپنا آپ کسی ننھے بچے کی مانند محسوس ہو رہا تھا جس نے اپنے پہلے قدم لینے سیکھے تھے۔وہ حادثے کے بعد تقریباً سترہ دن بعد باہر کی دنیا دیکھ رہی تھی۔اجالا کچھ زیادہ ہی روشن دکھائی دے رہا تھا۔وہ پوری قوت سے حاد کا بازو دبوچے ہوئے تھی۔ٹھنڈی ہوا دھیرے سے ان کے چہروں کو چھونے لگی۔خوشگوار موسم مزاج پہ بھلا اثر چھوڑ دیا تھا۔گہری سانس بھرنے پہ تازگی رگ وپہ میں اتر جاتی۔

"زخرف" خراماں خراماں قدم لیتے حاد نے پکارا۔

"جی"

"گھر چل کہ سب سے پہلے تمھارے ناخن کاٹتے ہیں۔"

"ہاں۔۔۔؟"زخرف نے اس غیر متوقع بات پہ ناسمجھی سے اپنا ہاتھ دیکھا جس کے لمبے ناخن بازو حاد کی بازو پہ نشان چھوڑ چکے تھے۔

"اوہ۔۔۔ سوری!"اس نے شرمندگی سے اسکا بازو چھوڑا مگر حاد نے مسکراتے دوبارہ سے اسکا ہاتھ اپنے بازو پہ دھر لیا۔

وہ بمشکل دس منٹ واک کرنے کے بعد گھر واپس موجود تھے۔زخرف کو یہ دس منٹ بھی صدیوں پہ محیط لگے تھے۔حاد مطمئن تھا روزمرہ کی روٹین میں یہ تھوڑی بہت تبدیلی آنی صحت کے لیے مفید تھی۔زخرف کو نزہت کی فکر بھی کھائے جارہی تھی صد شکر کہ ابھی تک کوئی جاگا نہیں تھا۔

مزید کچھ دن سست روی سے سرکے۔اس دوران زخرف کے گھر والے بھی ایک دو بار اس سے ملنے آئے۔حاد دوبارہ سے نوکری کی تلاش میں نکل پڑا تھا۔آج ایک

جگہ انٹرویو تھا وہ دوپہر تین بجے کے قریب گھر لوٹا تو مدیحہ نے نزہت کے کمرے میں آنے کا پیغام دیا۔

وہ سفید شرٹ اور سیاہ پینٹ میں ملبوس تھا۔

"جی امی! آپ نے بلایا". وہ آکہ صوفے پہ ڈھیر ہوا۔

"یہ سب کتنے دن تک ایسے ہی چلتا رہے گا"۔

"کیا۔۔"وہ الجھا۔

"تمھاری بیوی کا کمرے میں گھسے رہنا"

"کوئی بات ہوئی ہے؟"

"پہلے اسکا دلہنا پہ ختم نہیں ہو رہا تھا پھر اسکے آئے دن کے نخرے شروع ہو گئے اور اب۔۔۔۔اگر تم نے معمول کے مطابق زندگی گزارنے کا فیصلہ کر ہی لیا ہے تو اسے بھی سمجھاؤ زندگی ایسے نہیں چلتی۔ باہر نکلے گھر کے کام کاج میں ہاتھ بٹائے۔

اپنی ذمیداری سنبھالے۔ مدیحہ تمھاری یا تمھاری بیوی کی ملازمہ نہیں ہے۔ گھر کا کام نہیں کر سکتی کم از کم اپنی اور اپنے شوہر کی ہی ذمہ داری اٹھالے".

حاد نے کچھ لمحے توقف کے بعد سر ہلا دیا۔ وہ دیکھ رہا تھا مدیحہ نے پورا گھر سنبھالا ہوا تھا ساتھ اسکی پڑھائی بھی تھی۔

وہ کمرے میں آیا تو وہ الماری کھولے کپڑوں کی ترتیب درست کر رہی تھی۔ اس نے زخرف کو بڑے احسن طریقے سے ڈھکے چھپے لفظوں میں نزہت کی بات پہنچائی۔ وہ سمجھ گئی اسے خود بھی احساس ہونے لگا تھا۔ اگلے چند دن وہ اپنا وجود گھسیٹتی چھوٹے موٹے کاموں میں ہاتھ بٹاتی رہی۔ جس مدیحہ سے اسکی دوستی ہوئی تھی وہ بھی اسے کام کی بات کے علاوہ مخاطب نہیں کرتی تھی۔ تنہائی کا احساس اور گھر والوں کا رویہ خوامخواہ اسکا احساس جرم بڑھا دیتا۔ رات جب وہ بستر پہ لیٹتی سارا بدن درد سے ٹوٹتا محسوس ہوتا۔ کام اتنے زیادہ نہیں تھے اور یہ جسمانی تھکان بھی

نہیں تھی یہ سب ذہنی تھکان کا نتیجہ تھا کہ اسے چھوٹے سے کام لیے بھی اپنے آپ پہ جبر کر کے اٹھنا پڑتا تھا۔

یونہی مزید چار دن گزرے کے اسے تیز بخار نے آلیا۔ حاد جہاں انٹرویو دے کہ آیا تھا وہاں اسکی ملازمت لگ چکی تھی کیونکہ اس کے پاس ورک اکسپرینس زیادہ تھا اس لیے ملازمت ملنے میں زیادہ دشواری پیش نہ آئی۔

چوتھے ہی دن وہ دفتر سے چھٹی لیے گھر بیٹھا تھا۔ حاد نے اسی لیڈی ڈاکٹر کو اس کے چیک اپ کے لیے گھر بلوالیا اس کے معائنے کے بعد وہ اور ڈاکٹر دروازے کے باہر کھڑے تھے حاد یہاں سے نیم وا دروازے کی وجہ سے اندر زخرف کو بستر پہ لیٹا ہوا دیکھ سکتا تھا۔

"جو علامات زخرف نے مجھے بتائی ہیں اس سے صاف ظاہر ہے وہ شدید ڈپریشن کا شکار ہو رہی ہے۔ بھوک نہ لگنا، جسم میں توانائی نہ ہونا، ہر کام بوجھ لگنا اور بھی دیگر علامات اسی چیز کی نشان دہی کرتی ہیں۔ وضع حمل کے بعد بہت زیادہ نقاہت ہو

جاتی ہے اس کے اندرونی زخم بھی مندمل ہونے کے لیے کچھ دن نہیں بلکہ کچھ مہینے درکار ہیں اسے مکمل آرام کرنے دیں۔اور اسے تھراپی کے لیے رضامند کریں۔"

ڈاکٹر پیشہ وارانہ انداز میں بولی۔

حاد نے تھکا تھکا سا سانس خارج کیا۔

"میں کوشش کر رہا ہوں ڈاکٹر"۔

"آپ کی طبیعت ٹھیک رہتی ہے۔"ڈاکٹر ان کے ساتھ ہوئے حادثے کی تمام تفصیلات سے آگاہ تھی اس لیے انسانیت کے ناطے حاد سے بھی اسکی طبیعت پوچھ لی۔

عین اسی لمحے زخرف نے آنکھیں کھولیں۔دور کھڑے حاد کی نگاہ زخرف کی جانب پڑی وہ آنکھیں سکیڑے ان ہی جانب متوجہ تھی۔

ناچاہتے ہوئے حاد کو ہنسی آگئی (اسکی بیوی والی حسیات بیدار ہو گئی تھیں۔)اس نے منہ پہ ہاتھ پھیرتے اپنے تاثرات متوازن کیے۔

"جی الحمدللہ!"

وہ ڈاکٹر کو باہر تک چھوڑ آنے کے بعد کمرے میں داخل ہوا۔

"ڈاکٹر کیا کہہ رہی تھی". اس نے مری مری آواز میں جھٹ سے پوچھا۔

"کہہ رہی تھی مجھ سے دوسری شادی کر لو۔" جانے حاد کو کیا سوجھی کہ وہ اپنی شامت خود ہی بلوانے کا بندوست کرنے لگا۔

زخرف کا منہ کھلا اس نے کھا جانے والی نظروں سے حاد کو گھورا۔ جب چند لمحے وہ اسے مسلسل آنکھیں دکھاتی اس کی جان نکالتی رہی تو حاد بول اٹھا۔

"اچھا بھئی مذاق کر رہا تھا! ایسے نہ گھورو قسم سے مجھے سچ میں ڈر لگ رہا ہے۔" اس نے گھبراتے ہوئے اپنا دفاع کیا۔

"مجھے ٹھیک ہونے دیں.... بتاتی ہوں آپکو"۔

"یااللہ رحم!" ہاتھ اٹھاتے بیچارگی سے فریاد کی مگر اسکی آنکھیں ہنوز شرارت سے چمک رہی تھیں۔

زخرف بھی سر جھٹک کہ مسکرا دی۔

وقت اپنی روش برقرار رکھے گزرتا جانے لگا زندگی کچھ معمول پہ آنے لگی تھی اب حاد اور زخرف روز صبح واک پہ جانے لگے تھے۔انٹرنیٹ سے دیکھ حاد اسے صبح نماز کے بعد اعصاب کو پرسکون رکھنے کے لیے سانس کی مشق کرواتا۔زخرف اسکے لیے ناشتہ بنانے لگی تھی۔

سب بہتر ہو رہا تھا ایسا محض انہیں لگ رہا تھا ایسا لگنے کی وجہ صرف یہی تھی کہ ابھی اسکی زندگی میں کوئی trigger نہیں آیا تھا۔

آج اتوار کا دن تھا اپریل کا مہینہ شروع ہو چکا تھا۔ گرمی تھوڑی بڑھنے لگی۔آج افشاں اور حسن رات کے کھانے پہ مدعو تھے۔

کچھ کھانے مدیحہ نے اپنے نیچے والے کچن میں بنا لیے تھے جبکہ میٹھا اور کڑاہی زخرف نے اوپر اپنے کچن میں بنا لیے۔اس طرح دونوں کا وقت بچ گیا تھا۔اس نے نہا کہ صاف ستھرا لباس زیب تن کیا۔

اتنے میں وہ لوگ آ چکے تھے بغیر کسی آرائش کے وہ یوں ہی نیچے آ گئی۔ افشاں اسے چھوڑے باقی سب سے باتیں کرتی رہی۔ جسے زخرف کے ساتھ ساتھ حاد نے بھی محسوس کیا۔

آج کی محفل میں ایک غیر معمولی بات تھی زخرف جب نظر اٹھاتی حسن بھائی کی نظر پہلے سے ہی اس پہ ٹکی ہوتی۔ اس نے غیر آمدہ ہوتے پہلو بدلا۔ پھر اپنا وہم سمجھ کہ خیال جھٹک دیا ایک دو بار پھر یہی محسوس کیا تو اسے گھبراہٹ ہونے لگی اس نے مدیحہ کو کھانا لگانے کا کہا وہ اٹھی ساتھ زخرف بھی موقع پاتے اس کے ساتھ کام میں مصروف ہو گئی۔ سب نے کھانا کھایا۔ چائے باقی تھی مدیحہ اٹھنے لگی تو زخرف نے اسے روک دیا وہ بھی بہن سے باتیں کرنے کی غرض سے رک گئی۔

زخرف اوپر آ گئی اس نے چولہے پہ چائے کا پانی چڑھایا۔ کھولتے پانی میں پتی ڈالی آہستہ آہستہ پانی کا رنگ تبدیل ہونے لگا۔ وہ رنگدار پانی پہ نظریں جمائے ہوئے تھے کہ اپنے عقب سے قدموں کی چاپ ابھرتی سنائی دی۔

"حاد آپ کیوں آ گئے میں بس آ۔۔۔۔۔" وہ پلٹی باقی کے الفاظ منہ میں رہ گئے۔

پیچھے حسن بھائی کھڑے تھے اس کے بالکل قریب۔۔۔۔۔

وہ فاصلے بنانے کو یک دم پیچھے کو لڑکھڑائی۔چائے کا برتن اس پہ گرتا کہ وہ اس سے پہلے ہی سنبھل گئی۔

"ارے دھیان سے ابھی چائے گر جاتی"۔

"آپ۔۔۔۔؟آپ کیوں اوپر۔۔۔آ گئے"۔اسکا دل شدت سے دھڑکنے لگا۔

"میں! میں تو تمھاری طبیعت پوچھنے آیا تھا۔کیسی ہو؟" وہ بڑی معنی خیزی اس پہ بھرپور نگاہ ڈالتے بولا۔زخرف دھک سے رہ گئی اس کی پیشانی پہ پسینہ پھوٹ پڑا۔ (پہلے حسن نے اس طرح کی کوئی حرکت نہیں کی تھی۔)

"میں۔۔۔میں ٹھیک ہوں۔۔آپ نیچے جائیں". اس نے فاصلہ قائم کیا ساتھ ہی ساتھ اسکے کندھے کے پار نگاہوں نے بے ساختہ حاد کو تلاشہ۔۔۔دل نے شدت سے دعا کی کوئی اوپر آ جائے۔

"تم تو گھبرا رہی ہو۔ پہلے تو ایسی نہیں تھی اتنی خوش مزاج اور ہنس مکھ تھی۔" اس نے جیسے حظ اٹھایا۔

"آپ نیچے چلے جائیں ورنہ میں خود چلی جاؤں گی۔" وہ تیکھے لہجے میں غصے سے بولی۔

"اتنا غصہ!!!" وہ ہنس دیا۔

زخرف اس کے سائیڈ سے نکلتی نیچے جانے کو بڑھی کہ حسن نے اسکا بازو پکڑتے اسے روکا۔ اب صحیح معنوں میں زخرف کی ٹانگیں لرزنے لگی تھیں وہ بازو چھڑانے کو مزاحمت کرنے لگی۔

"ایسا کیا کہا تم نے ان لڑکوں کہ چاروں کے چاروں ہی پاگل ہو گئے۔ یہ حاد ہی عقل کا اندھا تھا جو تمھیں بنا سنوار کہ لیے لیے گھومتا تھا" اسکا انداز لوفرانہ تھا۔
زخرف کو سانس لینے میں تنگی ہونے لگی۔

"حاد!!!!!!!!

حاد!!!!!

حاددددد!!!!!!"

لمحے کی دیری کیے بناوہ زور زور سے حلق کے بل چلانے لگی۔ حسن یکدم گھبرایا اس نے اسکے منہ پہ ہاتھ رکھنے کو اسکا چہرہ جکڑنا چاہا کہ اسی لمحے کسی نے پیچھے سے حسن کا گریبان دبوچا۔ حاد نے آؤ دیکھا نہ تاؤ اس نے گریبان سے دھکیلتے حسن کو زمین پہ پٹخا۔

حاد جو سیدھا سادہ ٹھنڈے مزاج کا لڑائی جھگڑوں سے دور رہنے والا بندہ تھا نہ جانے اس لمحے اس میں کونسی قوت سمائی وہ ایک گھٹنہ زمین پہ رکھے ایک گھٹنہ اسکے پیٹ پہ رکھے بنا رکے پہ در پہ اپنے بہنوئی کے چہرے پہ مکے برساتا جنونی ہو رہا تھا۔ حسن کو سانس لینے کی مہلت بھی نہیں مل پا رہی تھی۔ شور کی آواز سن کہ وہ تینوں بھی اوپر کی طرف بھاگیں۔

اوپر کا منظر دیکھ کہ تینوں دہل گئیں افشاں متوحش سی اسی طرف دوڑی۔ افشاں نے بھائی کا گریبان پکڑتے اسے پیچھے کی جانب جھٹکا۔ وہ سنبھالے نہیں سنبھل رہا تھا وہ دوبارہ زمین پہ پڑے حسن کی جانب لپکا اب کی بار افشاں اسکے سامنے آئی۔

"پاگل ہوگئے ہو! ہوش کرو۔۔۔ جانور ہو تم!!!" وہ چیخی۔

"پچھے ہٹ جائیں۔ آج میں اسے چھوڑوں گا نہیں!" وہ بری طرح بپھرا ہوا تھا۔

"کیوں! کیا کیا ہے حسن نے!!!!!!!" وہ چلائی

"پوچھیں اپنے اس گھٹیا شوہر سے"

"زبان سنبھال کہ بات کرو. اپنی بیوی تو تم سے سنبھالی نہیں جاتی۔ لگام ڈالنی ہے تو اسے ڈالو۔ اس نے زخرف کی جانب اشارہ کیا۔ بن ٹھن کے رات گئے گھومنے نکلتی تھی ضرور اسی نے ہی ان مردوں کو کوئی اشارہ دیا ہوگا ورنہ کسی کی کیا جرات کے وہ اتنا بڑا قدم اٹھائے!!!! میں تو کہتی ہوں وقت سے اس سے جان چھڑاؤ اپنی ،خود تو یہ داغدار ہو چکی ہے جب تک تم سے جڑی رہے گی تمھیں بھی داغدار رکھے

گی۔سب معلوم ہے مجھے! تمھاری زندگی اجیرن بنا رکھی ہے اس نے۔راتوں کو اٹھ کہ چیختی ہے دورے پڑتے ہیں اسے، ساری جوانی تم اس نفسیاتی کی دوائیاں لانے میں ضائع کردو گے یا ہر وقت اسکا پہرہ دیتے رہو گے۔وہ تنفر سے کہتی مغالات بکنے پہ آئے تو بولتی چلی گئ۔

حاد ہق دق کھڑا بہن کے منہ سے نکلنے والے لفظوں پہ سناٹوں کی زد میں تھا۔

"میں تمھیں بتا رہی ہوں یہ لڑکی۔۔۔۔"

"بس!!!!بس کر جائیں۔۔۔مزید ایک حرف نہیں!!!۔۔۔میں اپنی بیوی کے بارے میں مزید ایک حرف نہیں سنوں گا". وہ مزید کچھ بولتی کہ حاد ہوش میں آتے تنبیہی انداز میں دھاڑا۔

"اگر اسکی سلامتی چاہتی ہیں نہ تو ایک منٹ سے پہلے اس ذلیل انسان کو لے کر نکل جائیں۔"اس نے ضبط سے دانت پیسے۔

"میں کیوں نکلوں! میرے باپ کا گھر ہے یہ تمھارا نہیں۔۔۔ تم ہوتے کون ہو مجھے نکالنے والے اس گھر سے۔۔۔۔ ہمارا باپ نہیں ہے تو تم اپنی بہن کے ساتھ ایسا سلوک کرو گے!" وہ چبا چبا کہ بولی۔

"میں اس گھٹیا انسان کو ایک لمحہ بھی اپنے سامنے برداشت نہیں کر سکتا نہ آج نہ آئندہ کبھی ساری زندگی۔ عافیت اسی میں ہے کہ اسے یہاں سے لے کہ چلی جائیں۔" اس کے ماتھے کی رگ پھولنے لگی۔

"ٹھیک ہے امی کہہ دیں گی تو میں ابھی کہ ابھی یہاں سے چلی جاؤں گی بلکہ ساری عمر اس گھر میں قدم نہیں رکھوں گی جہاں مجھے اور میرے شوہر کو اس طرح ذلیل کر کے نکالا جا رہا ہے۔" وہ رونے لگی۔

"بولیں امی! کہیں آپی کو۔۔۔" حاد نے پاس کھڑی حواس باختہ نزہت کو مخاطب کیا۔

ایک طرف بیٹا تھا دوسری طرف بیٹی دونوں ہی جسم کا حصہ تھے وہ برا پھنسی تھیں۔

"بولیں امی ! یا تو یہ آج یہاں رہیں گی یا میں۔۔۔

فیصلہ آپکا ہے آپی یا میں۔۔۔۔" وہ خاموش رہیں تو حاد پھر سے دھاڑا۔

افشاں اب دھاڑیں مار کہ رونے لگی تھی۔ مدیحہ خوفزدہ سی کونے میں دبکی کھڑی تھی۔

اسکے بلانے پہ بھی نزہت سر جھکائے خاموش رہیں تو حاد بری طرح ٹوٹا۔اس نے ڈھیر ساری تکلیف حلق سے نیچے اتاری۔

اچانک ہی اسکا خیال آیا جس کے لیے وہ جنگ لگائے کھڑا تھا زخرف موجود نہ تھی۔

وہ سب کو یہیں چھوڑے کمرے کی جانب دوڑا۔ کمرہ خالی تھا۔واشروم کا دروازہ بند تھا حاد نے زور زور سے دروازہ بجایا۔

"زخرف !! زخرف تم اندر ہو ؟۔۔۔دروازہ کھولو".

کوئی جواب نہ ملنے پہ اس نے پوری قوت سے دروازے کو دو تین جھٹکے دیے لاک ٹوٹا۔

اندر واش بیسن کا شیشہ ٹوٹا ہوا تھا فرش پہ ہر سو چھوٹے چھوٹے کانچ کے ٹکڑے بکھرے ہوئے تھے۔ایسا ہی ایک نوکیلا ٹکڑا زخرف کے ہاتھ میں پکڑا تھا اس نے آنکھیں میچ رکھی تھیں۔اس کے لب کپکپا رہے تھے رنگت متغیر تھی۔

حاد کا دل حلق میں آیا۔

اس سے پہلے وہ کلائی پہ نوکیلا ٹکڑا پھیرتی۔حاد نے اسکی کلائی جکڑی۔زخرف نے آنکھیں کھولیں۔اس نے شدید مزاحمت کرتے اس سے اپنی کلائی چھڑانی چاہی۔ حاد نے اسکی پیش نہ چلنے دی اسکے ہاتھ سے ٹکڑا کھینچتے دور اچھالا اور اسے گھسیٹتا کمرے میں لانے لگا۔

"مرنے دیں مجھے! کیوں بچا رہے ہیں۔میری بے جا ضد نے سب برباد کر دیا۔ میری ضد نے میرا بچہ نگل لیا۔مجھے اس تکلیف،اس داغ کے ساتھ زندہ نہیں رہنا۔ میں۔۔۔میں اپنے ساتھ ساتھ آپ کے لیے بھی بدنامی ہوں،باعثِ شرمندگی ہوں۔چھوڑیں مجھے!!!"چلاتے ہوئے ہنوز اسکی مزاحمت جاری تھی۔حاد نے

اسے قابو کرتے کندھوں سے پکڑ کہ زور سے جھنجھوڑا وہ تھمی تو زبردستی کھینچ کہ اسے سینے سے لگایا وہ اسکے سینے پہ ہاتھ مارنے لگی۔ وہ خاموشی سے مار کھاتا رہا۔ جب مار مار کہ تھک گئی تو خود ہی نڈھال سی سر اس کے سینے پہ ٹکا گئی۔ حاد کی اپنی آنکھیں نم تھیں تکلیف حد سے سوا تھی۔

کئی ثانیے بیتے کئی لمحے چھپ کے سے سرکے۔ وہ دونوں یونہی کھڑے رہے۔ کچھ دیر بعد کا منظر یوں تھا۔

وہ مجرموں کی طرح سر جھکائے حاد کے غصے سے سہمی کھڑی تھی اس نے شادی کے بعد سے پہلی مرتبہ اسے اس قدر شدید غصّے میں دیکھا تھا۔

"میں پاگل ہوں جو دن رات تمھارے پیچھے خوار ہو رہا ہوں۔ تمھاری فکر کرتا ہوں۔ تمھارے پیچھے ساری دنیا سے لڑ رہا ہوں۔ تمھیں کچھ میرا احساس ہے بھی۔ تمھیں کیا کسی کو میرا احساس نہیں ہے ہر بندہ مجھ پہ چڑھائی کیے جا رہا ہے۔ میں انسان ہوں آخر کب تک لڑوں دنیا سے، حالات سے۔۔۔۔ مجھ پہ رحم کھاؤ

۔۔۔۔آئندہ سے ایسی حرکت کرنے کا سوچا بھی تو کھینچ کہ تھپڑ لگاؤں گا۔"بول بول کہ اسکی سانس پھول گئی تھی۔

کافی دیر وہ اسے یونہی لتاڑتا رہا۔بلاآخر تھک ہار کہ دونوں بستر پہ دراز ہوئے اور کروٹیں بدلتے نیند کی وادی میں ڈوب گئے۔ صبح جب وہ جاگی حاد کمرے سے غائب تھا۔وہ کمرے میں ہی رہی باہر جانے کی کسی کا سامنا کرنے کی ہمت نہ ہوئی چند گھنٹے تک حاد واپس لوٹا تو آتے ساتھ نیا پیغام لایا۔

"شام تک ہمارا سارا سامان باندھ لو۔میں نے اپنے ایک دوست سے بات کی ہے خوش قسمتی سے اسکا اپنا ہی مکان کرائے کے لیے خالی ہے۔ہم کل پرسوں تک وہاں شفٹ ہو جائیں گے۔"

زخرف کچھ نہ بولی۔آج کا سارا دن سامان باندھنے میں نکل گیا۔

نزہت نے سامان اٹھانے والے بندے کو حاد کے ساتھ گھر میں آتے دیکھا(وہ ایک دن پہلے جتنا سامان اٹھانا تھا وہ دکھانے لایا تھا)۔

وہ پریشان سی اوپر آئیں ان ساتھ مدیحہ بھی تھی۔

"حادیہ سب کیا ہے؟ کہاں جا رہے ہو تم لوگ۔۔۔"

وہ لوگ بندھے ہوئے سامان کا آخری تنقیدی جائزہ لینے میں مصروف تھے۔

"خود ہی تو کل آپ نے اس سوال کا جواب میرے منہ پہ دے مارا تھا۔" وہ خفگی سے بولا۔

ماحول میں کشیدگی اتر آئی۔

"بھائی آپ اس طرح ناراض ہو کہ ہمیں چھوڑ کہ جا رہے ہیں۔" مدیحہ آگے بڑھی۔

"چھوڑ نہیں رہا۔ بس اب یہاں نہیں رہ سکتا۔"

"بیٹا تمھارے علاؤہ ہمارا کوئی نہیں ہے تم ماں، بہن کو یوں اکیلا چھوڑ رہے ہو۔"

اس نے گہرا سانس خارج کیا۔

"دیکھیں امی کل میں بہت جذباتی ہو گیا تھا۔ مگر میرا یہ فیصلہ قطعی جذباتی نہیں ہے ۔میں نے بہت سوچ سمجھ کہ یہ فیصلہ لیا ہے۔ حالات اب پہلے جیسے نہیں رہے مجھے زخرف اور اپنی ذہنی صحت کو بھی دیکھنا ہے۔ یہاں آپ لوگوں کا رویہ اس کے لیے باعث تکلیف ہے وہ ہر وقت تناؤ کا شکار رہتی ہے۔ جس کی وجہ سے اسکا رویہ بھی آپ لوگوں کے ساتھ نارمل نہیں ہو پاتا۔ اور آپ کے آپسی تعلقات کی کشیدگی میرے لیے ذہنی دباؤ کی وجہ بنتی ہے۔

میں اس طرح زندگی نہیں گزار سکتا۔ جہاں تک آپ کے اور میرے تعلق کی بات ہے میں کچھ بھی کر لوں ہمیشہ آپکا بیٹا ہی رہوں گا۔ مجھ پہ میری کمائی پہ آپکا حق ہمیشہ رہے گا۔ میں اپنے فرائض سے کبھی منہ نہیں موڑوں گا مگر اب میں یہاں نہیں رہ سکتا۔ میں نے باسط کو کال کی ہے وہ ایک دو دن میں دوبارہ یہاں شفٹ ہو جائے گا ۔" اسکا انداز حتمی تھا۔

(باسط نزہت کا بھتیجا تھا وہ انکے لیے بلکل بیٹوں کی طرح تھا۔ وہ یہاں لاہور میڈیکل کالج سے تعلیم حاصل کر رہا تھا اسکا ڈاکٹری کا آخری سال تھا حاد کی شادی سے پہلے وہ اوپری منزل پہ ہی حاد کے ساتھ دوسرے کمرے میں رہتا تھا۔ تین ماہ قبل حاد کی شادی ہوئی تو باسط ہوسٹل منتقل ہو گیا۔)

یہ دو دن بھی جیسے تیسے گزر گئے۔ یہ نیا علاقہ تھا حاد کی دلی خواہش بھی یہی تھی وہ نئے علاقے میں ہی شفٹ ہونا چاہتا تھا۔

دو دن میں اللہ اللہ کر کے گھر تھوڑا بہت سمٹا تھا گھر سیٹ کرنے کے چکر میں زخرف کھانا نہیں بنا پائی تھی حاد رات کا کھانا لینے گیا ہوا تھا۔ زخرف دن بھر کی دھول مٹی سے اٹی شاور لے کہ تازہ دم ہو کہ آئینے کے سامنے کھڑی اپنی نم زلفیں سلجھا رہی تھی۔

اس نے باغور آئینے میں اپنا عکس دیکھا وہ پہلے سے کئی زیادہ کمزور ہو گئی تھی بھرے بھرے گال جو اسکی خوبصورتی میں اضافہ کرتے تھے وہ اندر کو دھنسے ہوئے تھے۔

خالی خالی آنکھیں مرجھائی ہوئیں بے رونق تھیں۔

"او خدا!!! کیا اتنے عرصے سے حاد اسکی ایسی صورت دیکھ رہا تھا.....

وہ بیچارہ دن رات اسکے لیے اتنی ایفرٹ کر رہا تھا وہ یہ ڈیزو نہیں کرتا تھا۔" زخرف نے بے ساختہ سوچا۔

سب معاملات معمول پہ آنے لگے تھے اگر کچھ جمود کا شکار تھا تو وہ ان کا آپسی تعلق تھا۔

ڈیڑھ ماہ بعد زخرف نے اپنا سامان نکالا۔ حاد کی پسندیدہ رنگ کی لیپسٹک اٹھا کہ لبوں پہ لگائی۔ چہرے پہ موسچرائزر لگایا۔ عارضوں پہ ہلکی سی لالی اور آنکھوں کو کاجل کی پتلی دھار سے سجایا۔

اچھے سے بال سلجھائے وہ قدرے بہتر دکھائی دینے لگی۔

اتنے دن بعد وہ پورے دل سے مسکرائی تھی۔

حاد گھر آیا کچن میں کھانا رکھا۔زخرف اسکی آواز سنتے باہر آئی مصروف سی کھانا نکالنے لگی۔حاد تو جہاں تھا وہیں بت بنا کھڑا رہا۔زخرف نے کن اکھیوں سے اسکی محویت دیکھی۔

اور بڑی زور سے ابھرنے والی ہنسی روکنے کو لبوں کا کونہ دانتوں میں دبایا۔

پرسکون ماحول میں کھانا کھایا گیا۔دونوں کو ہی اپنا آپ دوسروں کی نظروں اور سوچوں کے بوجھ سے آزاد اور ہلکا پھلکا محسوس ہو رہا تھا۔

یہ نئے گھر میں انکی تیسری رات تھی۔کمرے میں نائٹ بلب کی مدھم سی روشنی پھیلی ہوئی تھی وہ دونوں جاگ رہے تھے۔حاد نے زخرف کی جانب دیکھا وہ پرسکون دکھائی دے رہی تھی اور پہلے سے بہتر بھی۔۔۔

حاد نے ہاتھ بڑھا کہ نائٹ بلب بجھا دیا۔

ابھی کچھ لمحے گزرے کہ حاد نے نائٹ بلب جلادیا۔وہ بستر پہ بیٹھی کھینچ کھینچ کہ سانس لیتی بری طرح سسک رہی تھی اسکا جسم پسینے شرابور تھا حاد کا چہرہ اہانت کے احساس سے سرخ پڑ چکا تھا۔

فضامیں کچھ غیر آمدہ ساپھیل گیا۔

حاد نے اسے پانی پلایا کچھ لمحوں میں وہ جا کہ نارمل ہوئی تو کروٹ بدل کہ لیٹ گئ۔

صبح ہوئی مگر دونوں کے درمیان رات والی غیر آمدہ خاموشی جوں کی توں تھی۔

زخرف کمرے میں بند تھی اس نے ایسا ردعمل کیوں دیا وہ خود بھی نہیں جانتی تھی

۔

جب جب اسے،حاد کا اہانت بھرا سرخ چہرہ یاد آتا وہ شرمندگی سے زمین میں گڑھنے لگتی۔وہ بے بس تھی ردعمل اس کے اختیار سے باہر تھا۔

باہر لاؤنج میں بیٹھا حاد الگ شرمندگی کا شکار تھا اسے زخرف کا سامنا کرنے میں عار محسوس ہورہی تھی۔اندر بیٹھی زخرف نے لمحوں میں ایک فیصلہ لیا وہ نروس سی

چلتی ہوئی لاؤنج میں آئی حاد لیپ ٹاپ کھولے کسی کام میں الجھا ہوا دکھائی دیا وہ تھوک نگلتی اس کے قریب آتے آہستگی سے بیٹھی۔

"حاد مجھے کچھ بات کرنی تھی."

"ہوں...."

"آپ کسی سائیکالوجسٹ سے وقت لے لیں۔" وہ دھیما سا بولی۔

(وہ اپنا اور اسکا رشتہ یوں اپنی حالت کی بھینٹ نہیں چڑھانا چاہتی تھی۔)

حاد نے جھٹکے سے گردن موڑی پھر اسکے نقوش میں خوشگوار سی حیرت سی چھائی۔

"یہ فیصلہ کسی دباؤ کی وجہ سے تو نہیں؟ یہ تمھارا اپنا ذاتی فیصلہ ہے نا" اس نے نرمی سے پوچھا۔

زخرف نے فوراً سے پیشتر سر ہلایا۔

"ایم سو پراؤڈ آف یو!" جذب سے بولتے اس نے آگے بڑھتے اسکا ماتھا چھوما۔

وہ نم آنکھوں سے مسکرا دی۔

چند ہی دنوں میں حاد نے کافی تحقیق کے بعد ایک ماہر نفسیات سے وقت لے لیا تھا۔ الگ گھر میں منتقل ہونے کے بعد پہلا بڑا مسئلہ اسکے دفتر جانے کے بعد زخرف کے پیچھے اکیلے رہنے کا تھا۔ حاد نے نوکری چھوڑ کہ کسی ریموٹ جاب پہ شفٹ ہونے کا ارادہ کیا۔ اسکا ورک ایکپرینس کافی سالوں کا تھا اسکی کارکردگی میں مہارت تھی کمپنی نے اسے اپنی کینیڈا والی برانچ کے لیے حائر کر لیا اور یوں اسکا سارا کام آن لائن ہو گیا تھا۔

حاد نے زخرف کی مکمل بہتری تک آن لائن کام ہی جاری رکھنے کا فیصلہ کیا بعد کی بعد میں دیکھی جاتی۔

پیر کی صبح وہ لوگ کلینک کے باہر کھڑے تھے۔ زخرف کا دل شدت سے دھڑک رہا تھا حاد کے ہاتھ میں تھامے ہوئے ہاتھ کی ہتھیلی پسیجی ہوئی تھی۔

"نروس ہو؟" حاد نے اسکے گھبرائے چہرے پہ نگاہ ڈالی۔

اس نے گردن اثبات میں ہلائی۔

"کیوں" رسان سے پوچھا گیا۔

"لوگ اب مجھے پاگل سمجھیں گے؟ میرے نفسیاتی ہونے پہ مہر لگ جائے گی۔"

اس نے انگلیاں مڑوڑتے سر جھکایا۔

"کون لوگ؟"

"آس پاس کے لوگ، رشتہ دار وغیرہ"

"جب تم نے یہ فیصلہ لیا تو پہلا خیال کس چیز کا آیا تھا۔"

"یہی کہ یہ چیز نارمل نہیں رہی اگر کچھ اقدام نہ کیے تو ہمارا رشتہ ایفیکٹ ہو گا۔"

"یہی تو! اثرات ہمارے رشتے پہ آئیں گے۔ تم پہ آئیں گے، مجھ پہ آئیں گے۔۔۔ لوگوں پہ نہیں! اس چیز سے ہم لوگ سفر کریں گے۔ لوگ نہیں!..... یہ زندگی ہماری ہے لوگوں نے ہماری زندگی نہیں گزاری۔ ہم نے گزارنی ہے۔"

اسکے لفظوں سے زخرف کے اندر توانائی بھری۔ اس نے پر عزم سا سانس فضا کے سپرد کیا اس سانس کے ساتھ سارے خدشے بھی ہوا کے سپرد کر دیے۔

۔

۔

۔

۔

منظر تھا درمیانے سائز کے ہال کا۔۔۔ہال کے وسط میں کرسی دھری تھی اسکے آگے مائیک۔۔۔۔۔

کرسی پہ وہ بیٹھی تھی نفیس سا لباس زیب تن کیے گال دوبارہ سے بھر گئے تھے آنکھوں کی رونق واپس لوٹ آئی تھی۔

پر رونق آنکھوں میں نمی تھی مجمع میں کثیر تعداد لڑکیوں کی تھی سب کی سب ریپ سروائیوز۔۔۔۔

ایک آدھ کے ساتھ مرد بھی موجود تھے۔زخرف خاموش ہوئی تو مجمع میں سب کی آنکھیں بھیگی ہوئی تھیں۔

اس کلینک کے پہلے دن سے آج کے دن تک پورے ڈیڑھ سال کا عرصہ بیت چکا تھا ۔حاد کی دلی خواہش آج پایہ تکمیل تک پہنچی تھی۔یہ نہایت چھوٹی سطح کا دارالامان تھا جو حاد اور اسکے دوستوں نے مل کہ کھولا تھا۔آج کی افتتاحیہ تقریب تمام ریپ سروائیوز کے نام تھیں حاد اور حاد کے دوستوں نے تمام ان جیسی لڑکیوں کا پتہ کیا لگایا انہیں مدعو کیا بہت لڑکیاں نہیں آئیں اور بہت سی آج یہاں موجود تھیں۔

زخرف کرسی چھوڑے کھڑی ہوئی۔مائیک سٹینڈ سے مائیک اتارتے منہ کے قریب کیا۔

"پانچ دن جو میں نے اسپتال میں گزارے اور اگلے چار دن جو میں نے بستر پہ گزارے دن رات دل میں شکوہ ابھرتا اللہ میں کیوں ؟۔۔۔

میں ہی کیوں ؟

میں نے کسی کا کیا بگاڑا تھا لیکن جس دن جس لمحے میرے شوہر نے مجھے گلے لگایا مجھے تسلی دی اسی دن میرے سارے شکوے شکایات دم توڑ گئیں۔

میرے پہلے قدم مجھے میرے باپ نے لینے سکھائے اور دوبار زندگی میں آنے کے لیے پہلے قدم مجھے حاد نے لینا سکھائے۔ کبھی کبھی میں اس شخص کو دیکھتی ہوں تو سوچتی کہ آخر میں نے ایسی کونسی نیکی کی تھی جس کا صلہ مجھے حاد کی صورت ملا ہے۔ میں آج یہاں ہجوم میں کھڑی بولنے کے قابل ہوں تو اس کا سارا کریڈٹ میرے شوہر کو جاتا ہے۔

تھینک یو سو مچ حاد!" زخرف کی جھلملاتی نگاہیں پورے مجمع سے ہوتی سب سے پچھلی نشست پہ بیٹھے حاد کی آنکھوں پہ ٹکی تھیں۔ جبکہ نمی روکنے کی جدوجہد کرتی حاد کی سرخ پڑتی نظریں دور کھڑی زخرف کی آنکھوں میں جھانک رہی تھیں۔ گویا ہجوم تو کہیں نہیں تھا وہاں صرف وہ دونوں آپس میں مخاطب تھے۔

پھر زخرف نے سب کو اپنی نشستوں سے اٹھتے دیکھا سب نے رخ حاد کی طرف رخ موڑ لیا۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے ہال تالیوں کی آواز سے گونجنے لگا۔ حاد نے مسکراتے سر

کو دیتے سب کی داد وصول کی۔ شور تھوڑا مزید بڑھا تو بجائے شکر گزاری کے فوراً
سے دونوں کی گھبرائی نظریں ملیں۔

زخرف نے آبرو آپ کا کہ اشارے سے پوچھا (جاگ گیا؟)

حاد نے گردن موڑ کے ساتھ والی دو جڑی ہوئی نشستوں پہ دیکھا۔ جہاں کچھ دیر پہلے
سویا ننھا ہادی اب کسمساتے ہوئے آنکھیں کھولتا اٹھ بیٹھا تھا۔ وہ باپ کو بڑی غصیلی
نظروں سے گھورنے لگا پھر آس پاس نگاہ دوڑائی ماں کی غیر موجودگی محسوس کرتے
وہ گلہ پھاڑ پھاڑ کہ رونے لگا۔

زخرف سب سے معذرت کرتی اسکی جانب لپکی۔ اس سمیت سبھی مسکرا دیے۔

زخرف اکثر اس سے پوچھتی کہ "میں آپ کے لیے کیا کروں" اسکے سوال میں شکر
گزاری اور اپنائیت ہوتی تھی حاد کوئی جواب ہی نہ دے پاتا۔

جب جب وہ سکرین کے سامنے بیٹھا تھک جاتا کوئی عقب سے آتے نرمی سے اسکے کندھے دبانے لگتا۔ کبھی وہ کرسی پہ بیٹھا پہلو بدلتا تو وہ بغیر کچھ کہے اسکی کمر کے پیچھے نرم تکیہ لگا جاتی۔

اسکے کپڑے دھلے ہوئے وقت پہ تیار ملتے۔ بھوک لگنے پہ تازہ گرم کھانا کہے بغیر آگے آجاتا۔ وہ اسکی ہر چھوٹی سے چھوٹی ضرورت کا خیال رکھتی اسکے آرام کی پرواہ کرتی زرا سا بیمار پڑنے پہ اپنا آرام بھول کہ اسکے آگے پیچھے ہوتی۔

جب جب وہ رات کو ہادی کو بستر میں لیٹائے سونے سے پہلے کی دعا اور کچھ سورتیں پڑھ کہ سناتی اور وہ بڑے غور سے سنتا۔

حاد کا دل اتنا گداز ہو جاتا کہ وہ مزید اس سے کس چیز کا تکازہ کرے سمجھ نہیں آتا تھا۔

وہ اسکی اولاد کی اچھی تربیت کر رہی تھی اسکے لیے باعث سکون تھی حاد یوسف کو مزید کسی چیز کی ضرورت نہیں رہی تھی۔

وقت بھی بڑا مرہم ہوتا ہے ہادی کے بعد نزہت کے دل میں بھی نرمی آگئی تھی۔وہ جب بیٹے کو بہو کے ساتھ خوش باش دیکھتیں تو راضی رہتیں۔ہر ویک اینڈ پہ وہ لوگ ان سے ملنے جاتے کبھی وہ لوگ آجاتے۔

نزہت کی زبانی وہ سنتا رہتا افشاں حسن کی حرکتوں سے پریشان رہتی تھی آخر کو فطرت کبھی نہ کبھی کھل کے ظاہر ہو جاتی ہے۔

آج بھی زور میاں بیوی معمول کے مطابق صبح چہل قدمی کرنے جاتے تھے۔اب بس انکی ٹیم میں ایک اور ممبر کا اضافہ ہو گیا تھا۔عبدالہادی ان کا بیٹا۔۔۔

ہادی گھاس پہ بیٹھا کھیل رہا تھا قریب کی دونوں چہل قدمی کر رہے تھے۔

"تمھیں کبھی خیال نہیں آتا یا کبھی خواہش نہیں پیدا ہوئی کہ مجھے تمھارے مجرموں کی سزا کے لیے جدوجہد کرنی چاہیئے تھی۔"آج کافی عرصے بعد وہ اس واقعے کا ذکر چھیڑ بیٹھا تھا ورنہ وہ کبھی گزرے وقت کا ذکر نہیں کرتے تھے۔

"بالکل نہیں!"

"کیوں" اس نے اچنبھے سے دریافت کیا۔

"کیونکہ میں نے اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کر دیا ہے ہمارے ملک کی عدالتیں، ہمارا نظام کسی کو انصاف نہیں دلا سکتا جیسا انصاف اللہ کرتا ہے۔" وہ پر سکون سی بولی۔

حاد مڈل کلاس سے تعلق رکھتا تھا نہ پیسہ تھا نہ ہی کوئی تگڑی سفارش۔۔۔ عدالتوں کے نظام سے وہ واقف تھا۔ایسے کیس میں جس قسم کے برہنہ سوال عورت سے پوچھے جاتے ہیں حاد کو ان سے خوف آتا تھا نہ زخرف اس پوزیشن میں تھی۔

زخرف نے کبھی اس طرح کی خواہش ظاہر نہیں کی تھی حاد نے بھی اس نظام کی ذلالت کا شکار ہونے سے بہتر اللہ پہ معاملہ چھوڑ دیا تھا۔

"شادی سے پہلے تو ہماری کوئی طوفانی محبت نہیں تھی صرف پسندیدگی ہی تھی سب نے کہا میں داغدار ہوں تو آپ نے مجھے چھوڑا کیوں نہیں۔۔۔"

"درست کہا شادی سے پہلے تک بھلے پسندیدگی تھی مگر شادی کے ہر گزرتے دن کے ساتھ مجھے تمھاری فرمائشوں سے، تمھاری ضدوں سے، تمھارے ہر انداز سے

محبت ہوتی گئی۔اور تم میری بیوی تھی تمھارے لیے میں سٹینڈ نہ لیتا تو کون لیتا!
سب نے کہا تم داغدار ہو اور جانتی ہو میں نے گھر سے نکلنے سے پہلے امی کو کیا کہا تھا۔"

"آپ نے کہا تھا اگر وہ داغدار ہے تو ایسا داغ مجھے اپنے آپ پہ سجانے میں کوئی عار نہیں۔۔۔"وہ اپنا جملہ مکمل کرتا کہ پہلے ہی زخرف بول گئی۔

حاد نے ستائش سے ابرو اٹھائی (یعنی وہ جانتی تھی).

"اچھا چلو چھوڑو ان باتوں کو ویسے کل تو میری دلہن نے مجھے حیران ہی کر دیا". اس نے شرارت سے کہا۔

زخرف نے آنکھیں سکڑیں۔

"ایسا اظہارِ محبت تو تم نے کبھی شادی کے شروع میں نہیں کیا جیسا کل سب کے سامنے کر کے مجھے شرمانے پہ مجبور کر دیا تھا۔"اس نے شوخی سے کہتے چھیڑا۔

"اظہارِ تشکر!" تصحیح کرتے زخرف نے آنکھیں گھمائیں (شوخا)۔

"ہاں اب تو تم ایسے ہی کور کرو گی". اس پہ کوئی اثر نہ ہوا۔

مسکراتے لبوں کے ساتھ کچھ دیر یونہی گزری کہ حاد کی اپنی شامت خود بلوانے والی رگ پھڑک اٹھی۔

"زخرف تمھاری مونچھیں بھی آتی ہیں۔" اس نے مصنوعی حیرانگی سے غور سے اسکا چہرہ دیکھتے کہا۔

زخرف نے جھٹکے سے گردن موڑی اسکا حیرانی سے منہ کھلا۔۔۔۔

(کیا۔۔۔

کیا۔۔۔

کیا۔۔۔ کہا تھا اس آدمی نے؟؟؟؟؟

کیا اسے نہیں معلوم تھا کہ یہ جملہ ایک عورت کے لیے کس قدر (offensive) ہوتا ہے)

"حاددددد!!!!" وہ چیخ اٹھی۔ دو چار لوگوں نے گردنیں موڑ کہ انہیں دیکھا بھی۔

پر یہاں پرواہ کسے تھی۔

"گھر چلیں آپ!" دھمکی دی گئی۔

"کیوں مونچھیں صاف کرنی ہیں۔" کمینی سی مسکان۔

اب تو یہ برداشت سے باہر ہو چکا تھا وہ اس پہ جھپٹنے کو بڑھی۔ وہ قریب آتی کہ حاد نے تیزی سے جھکتے ہادی کو اٹھایا اور گھر کی طرف دوڑ لگا دی زخرف اس کے پیچھے پیچھے لپکی حاد کو اسکا ردعمل دیکھتے شدید ہنسی آنے لگی۔ گھر زیادہ دور نہ تھا وہ جانتا تھا گھر جا کہ اسکی خوب درگت بنی تھی جو وہ خوشی خوشی بنوانے پہ راضی تھا۔

تمت بالخیر

حرفِ آخر:

میں نے پیش لفظ میں لکھا تھا میں یہ تحریر ابھی نہیں لکھوں گی مگر صحیح کہتے ہیں ہر کہانی لکھے جانے کا وقت مقرر ہوتا ہے اور چار دن بعد الحمدللہ یہ کہانی اپنے خوبصورت انجام کو پہنچی۔ امید ہے آپکو میری یہ چھوٹی سی کاوش پسند آئی ہو گی۔ موضوع ایسا تھا مگر میں نے اسے مناسب لفظوں میں لکھنے کی بھرپور کوشش کی ہے ۔اپنے قیمتی آراء کا ضرور کیجیئے گا۔